نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وعلی عبدہ المسیح الموعود

مقالہ بعنوان

اصلاح اعمال کی اہمیت وافادیت
سیدنا حضور انور کے خطبات کی روشنی میں

مقالہ نگار
محمد کاشف خالد
قادیان

کوائف مقالہ نگار

محمد کاشف خالد	نام
مولوی عطاء الرحمٰن خالد صاحب	ولد
قادیان	مجلس
کوارٹر نمبر ۱۸، کوٹھی دارالسلام قادیان ضلع گورداسپور پنجاب، ۱۴۳۵۱۶	مکمل پتہ
+91-8699360396	موبائل
kashifqdn@gmail.com	ای میل

WORD COUNT OF THIS DOCUMENT

(SOURCE: INPAGE TOOL)

Words:	21939
Lines:	1333
Characters:	104384
Paragraphics:	683

﴿مندرجات﴾

پیش لفظ

اصلاح اعمال کے لئے امام کے وجود کی اہمیت

کسی بھی انسان کو اگر نیکی ،تقوی اور اصلاح اعمال میں ترقی کرنی ہے تو اس کے لئے جماعت کے ساتھ وابستہ ہونا اور ایک سچے امام کی پیروی کرنا نہایت ضروری ہے۔دنیا کا کوئی معمولی سا کام بھی ایک نگران،ایک ذمہ دار کی ہدایات اور راہنمائی کے بغیر نہیں چلتا تو پھر دین کی اہم ترین ضروریات ،اصلاح اعمال اور مہمات ایک لیڈر،ایک امام اور ایک خلیفہ کی موجودگی اور راہنمائی کے بغیر کیسے مکمل ہوسکتی ہیں۔امام وقت کی پیروی کے بعد ہی انسان کے اعمال،اچھے اعمال میں تبدیل ہوتے ہیں جنہیں عمل صالحہ کہا جاتا ہے۔نیکیاں حقیقی نیکیاں بنتی ہیں۔اور روحانیت کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوتی ہیں اور یوں امام کے فرمودات اورارشادات پرعمل کرکے انسان نہ صرف دنیا میں کامیاب ہوجاتا ہے بلکہ آخرت کی فلاح بھی پاجاتا ہے۔

چنانچہ ہم احمدیوں پراللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ ہم ایک زندہ جماعت ہیں جس کا ایک زندہ امام یعنی خلیفہ ہے۔ہم ایک ایسی قوم ہیں جومحبت اور اخوت کے دھاگوں سے بُنی ہوئی ہے۔جس کا ہرفرد دوسرے کی ہمدردی اور خیرخواہی میں دن رات مصروف ہے۔اوراللہ تعالیٰ کے اس غیر معمولی فضل کو کھینچنے والی قوت خلافت احمدیہ کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔یہ وہ قوت ہے جو ہر احمدی کو دوسرے سے جوڑے ہوئے ہے۔جو باہم محبتوں اور پیار کی بنیاد ہے۔جو سچے رشتوں اوراُجلے تعلقات کی ضامن ہےاوراصلاح اعمال کے لئے حقیقی رہنما ہے۔اسی کے دم سے ہماری روحانیت بھی ترقی کررہی ہے اور دنیاوی عزتیں بھی ہمیں میسر ہیں۔دنیا آج ہمیں ایک ایسی جماعت کے طور پر جانتی اوردیکھتی ہے جواپنے امام کے ایک اشارے پراُٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔جواپنے امام کے ہرحکم پرعمل کرنا اپنی زندگی کا مقصداوّل خیال کرتے ہیں۔جن کی ہرخوشی کامحور وہی ایک وجود ہے جواللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے۔اورمحبت اور پیار کا یہ رشتہ یک طرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے امام ہراس بات سے ہمیں روکتے ہیں جس میں ہمارا نقصان ہواور ہراس چیز کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس میں ہماری فلاح اور کامیابی ہو۔پس خوش قسمت ہیں وہ احمدی جوامام وقت کی باتوں کو سنتے ہیں اور انہیں مشعل راہ کے طور پراپنے سامنے رکھ کران پرعمل کرتے ہیں اور سچی اطاعت کرتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:۔

''یہ خلافت کی ہی نعمت ہے جو جماعت کی جان ہے۔اس لئے اگرآپ زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ اخلاص اوروفا کے ساتھ چمٹ جائیں۔پوری طرح اس سے وابستہ ہوجائیں کہ آپ کی ہرترقی

کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ایسے بن جائیں کہ خلیفۂ وقت کی رضا آپ کی رضا ہو جائے۔ خلیفۂ وقت کے قدموں پر آپ کا قدم ہو اور خلیفۂ وقت کی خوشنودی آپ کا مطمح نظر ہو جائے۔''(۱)

موجودہ دور میں حائل مشکلات

قارئین حضرات! موجودہ دَور کا سب سے بڑا المیہ اخلاقیات کا فقدان ہے، جھوٹ، چوری، وعدہ خلافی، بغض، کینہ، فخر، غرور، ریا، غداری، بدگوئی، فحش گوئی، بدگمانی، حرص، حسد، چغلی غرض یہ کہ ساری اخلاقی برائیاں، عام انسانوں اور مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ خواص میں بھی اخلاقیات کا انحطاط آ گیا ہے۔اِس انحطاط وتنزل کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے کہ ہر بری خصلت کی برائی معقول انداز میں بیان کی جائے۔

اِس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے نصوص واضح کیے جائیں تا کہ معقولیت پسند طبقہ شریعت سے قریب ہو، اس کے ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کو بھی بیان کیا جائے اور اُن کے اختیار کرنے کی تلقین کی جائے۔موجودہ دور مغربی فکر وفلسفہ اور مادی نظاموں کے غلبے کا دور ہے۔مغرب کی موجودہ فکر نے اِنسانیت پر صرف اپنے گہرے اَثرات ہی نہیں مرتب کیے بلکہ حیاتِ انسانی کو اپنے مطلوبہ سانچوں کے مطابق ڈھالا بھی ہے جس کی وجہ سے اَقدار وروایات کا مضبوط نظام تہہ وبالا ہو کر رہ گیا ہے۔اِنسانیت بڑی سخت معنوی تبدیلیوں سے گزر رہی ہے۔ان کٹھن اور تلخ حالات نے سب سے زیادہ مسائل ہمارے مسلم نوجوانوں کے لئے پیدا کئے ہیں جو ایک ایسے دین کے پیروکار ہیں جو اپنے دائمی اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، جو اپنی تعبیر میں لامحدود وسعتوں کا قائل ہے، ایسے دین کی اِتباع میں اس سے غیر متعلقہ پیوندکاری ہے۔

پس یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ دور حاضر میں دو چیزیں اصلاح اعمال کے لئے ازبس ضروری ہیں:۔

1۔دین سے گہرا رابطہ ورشتہ　　　2۔اخلاق

یہی دو چیزیں معاشرے کے ستون ہیں، انہی سے دنیا اور آخرت کی اِصلاح ہو سکتی ہے اور انہی کے ذریعے خیرات وبرکات کو حاصل کیا جاسکتا اور شرور وآفات ختم ہو سکتی ہیں۔مگر یاد رکھیں ان دو چیزوں سے اگر اس وقت کوئی تعلق پیدا کرا سکتا ہے اور انکی طرف صحیح رہنمائی کر سکتا ہے اور انکی طرف حقیقی رغبت دلا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں اس لئے ضروری ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کو غور سے سنا جائے اور انہیں اپنی عملی زندگیوں میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی جائے۔

۱۔ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004ء

انسانی زندگی کا مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

عبادت الٰہی ہی مقصد پیدائشِ انسانی ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسانی زندگی کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے بیان فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۃ الذاریات : 57)

یعنی ہم نے جنّ وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

آج تک دنیا میں جتنے بھی مذہب ہوئے ہیں ان کی تعلیمات کو پڑھنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر مذہب نے انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت اوراس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنا بتایا ہے۔اور ایسا ہو بھی کیوں نہ، اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے ان سب میں سے انسان کو سب سے اعلیٰ اور اشرف المخلوق بنایا ہے اور باقی تمام مخلوق کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔کیا زمین اور کیا آسمان کیا چاند اور کیا سورج کیا پہاڑ اور کیا سمندر اور کیا پھول اور کیا پھل کیا پشو اور کیا پکشی ہر چیز سے انسان کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ اُٹھا رہا ہے۔اور پھر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو انسان کی خدمت میں لگا کر حضرت انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف میرا عبادت گزار بندہ بن جائے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد صرف دُنیا میں آکر کھانا پینا شادی بیاہ کرنا اور بچّے پیدا کرنا اور پھر دُنیا سے چلے جانا ہی نہیں ہے۔

اگر انسانی زندگی کا صرف یہی مقصد ہو تو پھر جانوروں اور انسانوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔حالانکہ جانور انسان سے بعض کاموں میں بہت آگے ہیں۔کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور بہت بڑے مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے آخر کار اس مقصد کو حاصل کرکے انسان کو اسی خدا کے آگے حاضر ہونا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ اپنے سے بڑی طاقتور ہستی کی طرف جھکے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرے۔اسی فطرتی آواز کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نادان لوگ دنیا میں اپنے اصل مقصد کو بھول کر اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی طاقتوں سے انجان ہو کر کہیں طاقتور ممالک بادشاہوں، حاکموں یا خونخوار جانوروں جن سے وہ ڈرتا ہے یا اُن چیزوں سے جن سے وہ فائدہ اُٹھا رہا ہے یا اپنے مذہبی بزرگوں جن سے وہ متاثر ہوتا ہے ان کو ہی خدا جان کر ان کی عبادت کرنے لگ جاتا ہے یا خدا کی طرح ان سے ڈرنے لگتا ہے۔حالانکہ اگر غور کیا جائے تو ساری طاقتوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور اُن چیزون کو بھی پیدا کیا جن سے وہ ڈرتا یا فائدہ اُٹھاتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ آیت 22)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اُس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور اُن کو بھی پیدا کیا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم ہر قسم کی آفت سے بچ سکو۔ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو تمہاری بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور آسمان سے پانی اُتارا ہے۔ اور اس کے ذریعہ ہر طرح کے پھل تمہارے لئے رزق کے طور پر پیدا کئے اس لئے جان بوجھ کر اللہ کا شریک نہ بناؤ۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر تم ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو انسان کی مالک نہیں اور نہ ہی اُنہوں نے انسان کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی تمہارے لئے زمین آسمان اور پانی اسی طرح تمہاری پرورش کے لئے الگ الگ قسم کے پھل اور رزق پیدا کیا ہے اور نہ ہی وہ تم کو اور اپنے آپ کو مصیبتوں اور تکالیف سے بچا سکتی ہیں اور تم کامیاب نہیں ہو سکتے اور شرک کرتے ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو اُس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارا پالنے والا بھی ہے۔

پس بات یہ ہے کہ رب نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ ایک طاقتور ہستی کی تلاش کرے اس کی طرف جھکے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کرے۔ اس لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ہم نے انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرے۔ اسی فطرت کی آواز کی وجہ سے خدا نما انسان خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے اس کی طرف جھکتا اور اس کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ساتھ اپنا مضبوط تعلق پیدا کرتا ہے۔

چونکہ خدا تعالیٰ خود پاک ہے اسلئے وہ صرف پاک لوگوں کے ساتھ ہی تعلق قائم کرتا ہے اس لئے انسان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ سے مضبوط رشتہ قائم کرنا چاہتا ہے اور حقیقی رنگ میں اپنے خالق کی عبادت کر کے اپنی پیدائش کا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے اپنے نفس کا تزکیہ کرے تا کہ وہ بھی پاک لوگوں کے گروہ میں شمار ہو سکے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مضبوط اور حقیقی عبد کا رشتہ قائم کر سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جنّ وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے ہاں یہ عبادت اور اللہ تعالیٰ کے آگے ہمیشہ نہایت عاجزی کے ساتھ کھڑے ہونا بغیر ذاتی محبت کے ممکن نہیں۔ اور محبّت سے مراد ایک طرفہ محبّت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق دونوں کی محبتیں مراد ہیں۔ پس اللہ کرے کہ ہم سارے اپنی زندگی کے اس مقصد کو سمجھ کر جہاں اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق قائم کرنے والے بنیں وہیں اس کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرنے والے بن جائیں۔ آمین۔۔☆☆☆

بانیٔ جماعت احمدیہ کی نظر میں اصلاح اعمال کی اہمیت وافادیت

جماعت احمد سے اعلیٰ عملی نمونہ کی توقع

اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام اپنی جماعت کے اندر حقیقی اصلاح کے اثرات دیکھنا چاہتے تھے۔آپؑ نے بار بار مختلف مواقعہ پر اپنی جماعت کو سمجھایا کہ وہ اپنی حقیقی اصلاح کی طرف توجہ کریں کیونکہ یہ سلسلہ آسمانی سلسلہ ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لئے رکھی ہے کہ تا دنیا کے سامنے حقیقی اسلام کا چہرہ آشکار ہو اور اوّلین کی طرز پر ایک آخرین کی جماعت ہو جو انہی کے نقش وقدم پر چلتے ہوئے اعمال صالحہ کے مشکل میدان میں دیگر اقوام سے سبقت لے جانے والے ہوں۔چنانچہ اس ضمن میں آپؑ کے چند ایک معرکتہ الآراء ارشادات درج ذیل ہیں:۔

''یادرکھو کہ ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔نرا زبان سے کہہ دینا کہ ہم اس سلسلے میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی۔جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو تو کہتے ہیں شکر الحمدللہ۔مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور اپنے عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔یہ نکمّی حالت ہے۔خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں۔میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض ومقاصد کو پورا کرو۔اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اس طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔قرآن شریف کے صحیح منشاء کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدمؑ کے وقت سے شروع ہوئی۔کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو''۔(۱)

۱۔ ملفوظات جلد نمبر2 صفحہ 282 جدید ایڈیشن

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو کس مقام پر دیکھنا چاہتے تھے اس ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں کہ مسیح کی وفات کو ثابت کرنے والی ایک جماعت پیدا ہو جائے ۔ یہ بات تو ان مولویوں کی مخالفت کی وجہ سے درمیان آ گئی ہے۔ ورنہ اس کی تو کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ **اصل مقصد اللہ تعالیٰ کا تو یہ ہے کہ ایک پاک دل جماعت مثل صحابہؓ کے بن جاوے۔** وفات مسیح کا معاملہ تو جملہ معترضہ کی مانند درمیان میں آ گیا ہے۔۔۔ ہمیں تو افسوس آتا ہے کہ اس کا ذکر ہمیں خواہ مخواہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارا اصل امر ابھی دیگر ہے۔ یہ تو صرف خس وخاشاک کو درمیان سے اٹھایا گیا ہے۔ سوچو کہ جو شخص دنیا داری میں غرق ہے اور دین کی پروا نہیں رکھتا اگر تم بیعت کرنے کے بعد ویسے ہی رہو تو پھر تم میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ بعض لوگ ایسے کچے اور کمزور ہوتے ہیں کہ ان کی بیعت کی غرض بھی دنیا ہی ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد ان کی دنیاداری کے معاملات میں ذرا سا فرق آ جاوے تو پھر پیچھے قدم رکھتے ہیں۔

یاد رکھو کہ یہ جماعت اس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دنیاداری ترقی کرے اور زندگی آرام سے گزرے۔ ایسے شخص سے تو خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ چاہئے کہ صحابہؓ کی زندگی کو دیکھو۔ وہ زندگی سے پیار نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مرنے کے لئے تیار تھے۔ بیعت کے معنے ہیں اپنی جان کو بیچ دینا۔ جب انسان زندگی کو وقف کر چکا تو پھر دنیا کے ذکر کو درمیان میں کیوں لاتا ہے؟ ایسا آدمی تو صرف رسمی بیعت کرتا ہے۔ وہ تو کل بھی گیا اور آج بھی گیا۔ یہاں تو صرف ایسا شخص رہ سکتا ہے جو ایمان کو درست کرنا چاہے۔ انسان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔ وہ تو ایسے تھے کہ بعض مر چکے تھے اور بعض مرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے سوائے بات نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کنارہ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں تا کہ ابتلاء دیکھ کر بھاگ جائیں وہ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ کوئی ذرا سی تکلیف ہو تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتے ہیں اور آرام کے وقت خدا تعالیٰ کو بھُول جاتے ہیں۔ کیا لوگ چاہتے ہیں کہ امتحان میں سے گزرنے کے سوائے ہی خدا خوش ہو جائے۔ خدا تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ مگر سچا مومن وہ ہے جو دنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ابتدا میں مومن کے واسطے دنیا جہنم کا نمونہ ہو جاتی ہے، طرح طرح کے مصائب پیش آتے ہیں اور ڈراؤنی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں تب وہ صبر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کی حفاظت کرتا ہے لیکن ؎

عشق اوّل سرکش وخونی بود   تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنت ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ جو متفق ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور اس کو حیاۃ طیبہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی سب مرادیں پوری کی جاتی ہیں۔ مگر یہ بات ایمان کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک شخص کے اپنے دل میں ہزار گند ہوتا ہے۔ پھر خدا پر شک لاتا ہے اور چاہتا ہے کہ مومنوں کا حصّہ مجھے بھی ملے۔ جب تک انسان پہلی زندگی کو ذبح نہ کر دے اور محسوس نہ کر لے کہ نفسِ امّارہ کی خواہش مر گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت دل میں بیٹھ نہ جائے تب تک مومن نہیں ہوتا۔ اگر مومن کو خاص امتیاز نہ بخشا جائے تو مومنوں کے واسطے جو وعدے ہیں وہ کیونکر پورے ہوں گے۔ لیکن جب تک دورنگی اور منافقت ہو تب تک انسان کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا (النسآء:146)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک ایسی جماعت بنائے گا جو ہر جہت میں سب پر فوقیت رکھے گی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے فضل کرے گا۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ ہاں کمزوری میں اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ جو شخص کمزور ہے اور ہاتھ اٹھاتا ہے کہ کوئی اس کو پکڑے اور اٹھائے، اُس کو اٹھایا جائے گا۔ مگر مومن کو چاہیئے کہ اپنی حالت پر فارغ نہ بیٹھے اس سے خدا راضی نہیں ہے۔ ہر طرح سے کوشش کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کے جو سامان ہیں وہ سب مہیا کئے جائیں''۔(۱)

خانہ اَت ویران تو در فکر دگر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا پہلا شاہکار ''براہین احمدیہ' آپ کی معرکۃ الآراء کتاب تھی۔ مسلمانوں میں ایک لمبے وقفہ کے بعد اسلامی حق وصداقت کی یہ للکار ایک مسلسل اور خوفناک خشک سالی کے بعد بارش کا پہلا قطرہ تھی یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے اور ظلمت میں ایک روشنی کی کرن تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کی عظمت اور قرآن مجید کی معجز نمائی ثابت ہوتی تھی۔ اس کتاب پر مسلمانوں میں ایک خوشگوار حیرت کا ردّعمل ہوا کیونکہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی مشترکہ کوششوں کے مقابلہ میں اسلامی دفاع قریباً مفقود اور نہ ہونے کے برابر تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک اہل حدیث عالم **مولوی محمد حسین بٹالوی** نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غیر معمولی تبحر علمی اور کمالات روحانی سے واقف تھے اس کتاب پر بڑا زوردار تبصرہ کیا اور اپنے تبصرہ میں انہوں نے اس کتاب کو بجا طور پر اسلام کی ایسی تائید ونصرت قرار دیا جس کی ساری اسلامی تاریخ میں اور کوئی مثال نہیں ملتی اور اپنی بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے یہ بھی کہا کہ اس تبصرہ میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہیں ہے اور ہر

۱۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ 505-504 جدید ایڈیشن

لحاظ سے یہ خدمت بے مثال ہے۔

اس زمانہ میں عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے مخالفت میں اور زیادہ تیزی آ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مخالفت کو اشاعت وتبلیغ کے لئے مفید اور کار آمد سمجھتے ہوئے خدمت اسلام کے میدان کو اور وسیع کر دیا۔ آریوں اور عیسائیوں سے حضور کے مناظرات ومقابلے اسی زمانہ میں ہوئے۔ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے مدلل ومسکت جواب دے کر اور مخالفین پر اسلامی علم کلام اور آسمانی نشان نمائی سے حجت تمام کر دی۔

مولوی صاحب مذکور نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی خدائی تائید ونصرت اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی برکات اور کامیابیوں کا مشاہدہ کیا تو ان کا حوصلہ اور ظرف جواب دے گیا اور بجائے اس کے کہ وہ پہلے کی طرح تعریف وتائید کر کے خود بھی صالحین ومقربین میں شامل ہو جاتے حضور کی مخالفت پر اتر آئے اور خدا تعالیٰ کے ماموروں اور پیاروں کی کامیابی کے راز کو نہ سمجھتے ہوئے یہ سمجھنے لگے کہ اس ترقی میں ان کے تبصرہ اور تائید کا دخل ہے اور پھر یہ بھی تعلّی کی کہ جس طرح میں نے مرزا صاحب کو اوپر چڑھایا ہے اسی طرح ان کو نیچے بھی گرا دوں گا۔ اپنے اس مذموم مقصد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا اور اس کو زیادہ موثر بنانے کے لئے پورے ہندوستان کے علماء سے اس کی تصدیق کروا کے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کی۔ دنیا جانتی ہے کہ حق وصداقت کی آسمانی چمک ایسی انسانی کوششوں سے کم نہیں ہوا کرتی۔ یہ فتویٰ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ترقی وکامیابی میں کوئی رکاوٹ بننے کی بجائے کھاد کے طور پر مفید ثابت ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کی ضد وتعصب بڑھتی چلی گئی۔ حضور نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے پئے تکفیرِ ما بستہ کمر
خانہ اَت ویران تو درفکرِ دگر

میری تکفیر پر کمر بستہ ہونے والے (اپنے گھر کی خبر لے) تیرا گھر برباد ہو رہا ہے اور تو دوسروں کی فکر میں پڑا ہوا ہے

یہ ہماری تاریخ کا ایک کھلا باب ہے کہ وہ مولوی صاحب باوجود اپنی ابتدائی مقبولیت اور علمی کمال کے بڑی حسرت و ناکامی سے دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے گئے اور آج کوئی ان کی آخری آرامگاہ تک کو نہیں جانتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد ''خانہ اَت ویران تو در فکر دگر'' مذکورہ بالا عظیم الشان نشان کے علاوہ اس قرآنی رہنمائی و ہدایت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ

تمہارے لئے ضروری اور لازم ہے کہ اپنی اصلاح و بہتری کے لئے کوشاں رہو کیونکہ اس صورت میں کسی کی گمراہی اور بے راہ روی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس ارشاد میں یہ رہنما اصول ملتا ہے کہ سب سے زیادہ اور مقدم امر اصلاح وتزکیہ نفس ہے۔ وہ لوگ جو اس 'جہاد اکبر' سے غافل ہو کر بزعم خویش دوسروں کی اصلاح و بہتری کے لئے تگ ودو کرتے رہتے ہیں ان کا اپنا خانہ خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم پوری توجہ سے اس اہم فرض کی ادائیگی کے لئے کوشش کرتے رہیں کہ اپنی غلطیوں کو اپنے سامنے رکھ کر ان کی ایک ایک کر کے اصلاح کرتے چلے جائیں۔ یہ مقصد اتنا اہم، اتنا وسیع اور اتنا متنوع ہے کہ اس کی بجا آوری میں ہی ساری عمر لگ جائے تو بھی غنیمت ہے اس جہاد میں دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں کی جستجو کے لئے نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا کم ہی موقع ملے گا۔

مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد احباب جماعت کا سمجھاتے ہوئے فرمایا:۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب باتیں اعمال پر منحصر ہیں۔ (۱)

عجب مغرور و گمراہ ہے وہ ناداں
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر

۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جنوری 2014ء

اصلاح اعمال میں تقویٰ کی اہمیت

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

ہر اک نیک کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شان اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

قرآن مجید اور احادیث میں بار بار ارشاد ہوتا ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ دراصل تقویٰ ایک ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر انسان اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے اپنے معبود حقیقی کے قرب کو پا لیتا ہے اور اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے تقویٰ پر بہت زور دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں متقی کو سب سے زیادہ معزز اور مکرم قرار دیا ہے۔ (ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم) (الحجرات:۱۴) کی آیت اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور (ھدًی للمتقین) کے الفاظ اس کی ضرورت بیان کرتے ہیں۔

تقویٰ پر ہی ایک مومن کی ساری زندگی کا دارومدار ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کو ڈھال بنا لیتا ہے۔ ہر قسم کے خطرات، ہر قسم کے ظاہری و باطنی شر اور فساد اور نقصان سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو کہ ہر قسم کے نقصانات سے بچا سکتی ہے اور وہی ہے جس کی امان میں آ کر انسان ہر قسم کی راحت اور سرور حاصل کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا) (النحل:۱۲۹) یعنی خدا ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں۔ اور جن کو اللہ کی معیت حاصل ہو جائے وہ دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

تقویٰ اختیار کرنے سے خدا اپنے قرب کے نشانات انسان پر ظاہر کرتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ (لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ) (سورہ یونس:۶۵) کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”جو متقی ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں بشارتیں سچے خوابوں کے ذریعہ ملتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر وہ صاحب مکاشفات ہو جاتے ہیں مکالمۃ اللہ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ وہ بشریت کے لباس میں ہی ملائکہ کو دیکھ

لیتے ہیں''(۱)

اسی موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو چاہئے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور اپنے دشمنوں کی ہلاکت سے بے جا خوش نہ ہوں۔تورات میں لکھا ہے بنی اسرائیل کے دشمنوں کے بارے میں کہ میں نے ان کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ بد ہیں، نہ اس لئے کہ تم نیک ہو۔پس نیک بننے کی کوشش کرو۔میرا ایک شعر ہے ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے　　　اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

ہمارے مخالف جو ہیں وہ بھی متقی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہر چیز اپنی تاثیرات سے پہچانی جاتی ہے۔نرا زبانی دعویٰ ٹھیک نہیں اگر یہ لوگ متقی ہیں تو پھر متقی ہونے کے جو نتائج ہیں وہ ان میں کیوں نہیں؟ نہ مکالمہ الٰہی سے مشرف ہیں، نہ عذاب سے حفاظت کا وعدہ ہے۔تقویٰ ایک تریاق ہے جو اس کو استعمال کرتا ہے وہ تمام زہروں سے نجات پاتا ہے۔مگر تقویٰ کامل ہونا چاہئے۔۔۔کسی ایک شاخ پر عمل موجب ناز نہیں۔پس تقویٰ وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے(انّ اللہ مع الّذین اتّقوا)(النّحل:۲۹) خدا تعالیٰ کی معیت بتا دیتی ہے کہ یہ متقی ہے''۔(۲)

تقویٰ کی یہ علامت ہے کہ اس سے انسان خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''لوگ بہت سی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں لیکن متقی بچائے جاتے ہیں۔بلکہ ان کے پاس جو آتا ہے وہ بھی بچایا جاتا ہے۔مصائب کی کوئی حد نہیں۔انسان کا اپنا اندر اس قدر مصائب سے بھرا ہوا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں۔امراض کو ہی دیکھ لیا جاوے کہ ہزارہا مصائب کے پیدا کرنے کو کافی ہیں۔لیکن جو تقویٰ کے قلعے میں ہوتا ہے وہ ان سے محفوظ ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ ایک جنگل میں ہے جو درندہ جانوروں سے بھرا ہوا ہے''۔(۳)

متقی کا ایک اہم وصف استقامت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نکتہ پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ:

''حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جس کی خواہ آبرو جائے، ہزار ذلت آتی ہو، جان جانے کا خطرہ ہو، فقر و فاقہ کی نوبت آئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپائے۔۔۔تقویٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور جب تک یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا۔۔۔جب

۱۔ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۵

۲۔ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲

۳۔ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۱۵

تک انسان خدا تعالیٰ کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو، خواہ قوم کا، خواہ دوستوں اور شہر کے روٴسا کا خدا تعالیٰ سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس کو راضی کرنے کے لئے جو شخص ہر ایک بدی سے بچتا ہے اس کو متقی کہتے ہیں''۔(۱)

حضرت مسیح موعودؑ نے تقویٰ کے مختلف پہلوؤں کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔مثلاً آپ فرماتے ہیں:۔

''تقویٰ کے دو درجے ہیں بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا''۔

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۵۱)

''تقویٰ اس کا نام نہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرے بلکہ باریک در باریک بدیوں سے بچتا رہے''۔

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۷۷)

''تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارے تک نہ پہنچے''۔

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۳۸،۳۳۷)

''عجب، خود پسندی، مال حرام سے پرہیز اور بداخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے''۔

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۸۱)

''تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ جب دیکھے کہ میں گناہ میں پڑتا ہوں تو دعا اور تدبیر سے کام لیوے''۔

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۱۸)

عبادات انسان میں تقویٰ کی روح کو پیدا کرتی ہیں اور اسے جلا بخشتی ہیں۔انسان کی پیدائش کا مقصد ہی جب عبادِ الٰہی ہے تو پھر اس سے انسان اپنا منہ نہیں موڑ سکتا۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون(البقرہ:۲۲)

یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی اور انہیں بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں پیدا کیا ہے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پس اصلاح اعمال کے راستہ میں تقویٰ ہی ایک مومن کا حقیقی سہارا ہے۔اب اس باب کے اختتام پر تقویٰ کی حقیقت پر مشتمل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اشعار پیش کرتا ہے۔آپؑ نے فرمایا۔

۱۔ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۷۴،۷۵

وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں
ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں
تقوی یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر وغرور وبخل کی عادت کو چھوڑ دو
اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لئے رہ عشرت کو چھوڑ دو
چھوڑ و غرور کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک ۔ مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں

اصلاح اعمال اور ہماری ذمہ داریاں

اندھیرے میں اُمید کی کرن

آج کا دَور ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے، ہر گوشۂ زندگی میں نت نئی ایجادات ہورہی ہیں، جدید انکشافات کے سامنے عقل وخرد محوِ حیرت ہے، آج دُنیا کی دُوری ختم ہوچکی ہے، ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل وحمل نے ترقی کر کے سالوں اور مہینوں کے کام دِنوں گھنٹوں اور منٹوں میں ممکن کر دیئے ہیں، پہلے کے بالمقابل آج مال و دولت کی بھی کمی نہیں رہی، حقیقت میں آج زمین سونا اُگل رہی ہے، سمندروں نے اپنی تہوں سے ہیرے، موتی اور جواہر پارے "سواحلِ انسانی" پر لاکر رکھ دیئے ہیں۔ سارے اسباب ووسائل کے باوجود آج لوگوں کو سکون وطمانینت حاصل نہیں، ایک دائمی بے اطمینانی ہے، جو سب پر مسلط ہے، ہر طرف ظلم وستم کی گرم بازاری ہے، آئے دن فسادات اور قتل وغارت گری ہورہی ہے، نت نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، فتنوں کا نہ تھمنے والا سیلاب اُمڈتا چلا آرہا ہے، اور لوگ حیران و پریشان ہے آج اصلاح اعمال کی اشد ترین ضرورت ہے مگر یاد رکھیں اس وقت اگر اصلاح اعمال کا صحیح طریق کوئی بتا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ کے روحانی امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے فرمودات اور ھدایات سے ہی صحیح رنگ میں ہوسکتی ہے۔ اصلاح اعمال کے متعلق ایک احمدی کی کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں اور اس ضمن میں اسے کس حد تک کوشش کرنے کی ضرورت ہے اس کے متعلق خاکسار مختصراً تحریر کرتا ہے۔

اعمال صالحہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا[1]

اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو پیچدار نہ ہو (بلکہ سچی ہو)۔ (اگر تم ایسا کرو گے) تو اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دیگا۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپ کے چپ کے کرتا ہے پیدا وہ سامان دمار

خدا تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی کی استعداد و صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا (وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ)۔ لیکن

---

[1]۔ (الاحزاب 71-72)

سیدھے راستے اور ٹیڑھے راستے میں فرق کرنے کیلئے اسے عقل سلیم عطا فرمائی۔ انسان پر ہے کہ اگر نیک اعمال بجالا کر سیدھے راستے پر گامزن ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ اس جہان فانی میں بھی اسکو کامیاب کرتا ہے اور اسے اطمینان و سکون سے نوازتا ہے اور آخرت میں بھی اسکا اعمال نامہ اسے داہنے ہاتھ میں تھما کر اصحاب المیمنۃ یعنی نجات یافتہ لوگوں میں شامل کرتا ہے یہ وہ خوش نصیب گروہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا اور جنت کا وارث ہوتا ہے۔لیکن انسان جو کہ احسن تقویم میں پیدا ہوا ہے اپنی جبلی قوتوں اور صلاحیتوں کو غیر موقع اور غیر محل استعمال کر کے اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتا ہے بسا اوقات اسکی فطرت صحیحہ بالکل مسخ ہو جاتی ہے اور نفس امارہ کی رو میں بہہ کر وہ شرم و حیا کی تمام حدود کو پھلانگتا ہے۔تبھی حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے منظوم کلام میں ہمیں یہ پیاری نصیحت کی ہے کہ ۔

تم نے دنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفس وحشی و جفاکش اگر رام نہ ہو

حضرت مسیح موعودؑ اعمال صالحہ کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

’’قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔وہ کیا ہیں؟ ریا کاری (کہ جب انسان دکھاوے کیلئے ایک عمل کرتا ہے) عجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے)‘‘یعنی ایسی خوشی جو خود پسندی کی ہے۔فرمایا: اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔عمل صالحہ وہ ہے جس میں ظلم،عجب،ریا،تکبر،حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔جیسے آخرت میں انسان عمل صالحہ سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔‘‘یعنی عمل صالحہ کی اہمیت دنیا میں بھی ہے اور جس طرح یہاں جو عمل صالحہ بجالاتا ہے اس کا حساب آخرت میں ہوگا۔اسی طرح یہاں بھی اس کا حساب ہوگا۔ یہاں کے عمل جو ہیں وہ آخرت میں انسان کے جزا سزا کا ذریعہ بنیں گے۔اور پھر اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر عمل صالحہ ہوں تو اس دنیا کی زندگی کو بھی جنت بنا دیتے ہیں۔فرمایا:’’اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالحہ والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالحہ نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا ہے‘‘(۱)

قرآن کریم میں جا بجا ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر ملتا ہے۔اور ایمان کو باغ سے تشبیہ دی گی ہے اور اعمال صالحہ کو نہر سے یعنی ایمان کا باغ اسی وقت تک سرسبز و شاداب رہ سکتا ہے جب تک اعمال صالحہ کے پانی سے

۱۔ ملفوظات جلد ۴ ص ۲۷۴۔۲۷۵

اسکی سینچائی کی جاتی رہے برے اعمال سے ایمان کا باغ مرجھا جاتا ہے۔حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزفرماتے ہیں:۔

''بغیرعمل کے انسان ایسا درخت ہےجسکی خوبصورت سرسبز شاخیں کاٹ کر اسے بدشکل بنا دیا گیا ہوجس کے پھلوں کوضائع کر دیا گیا ہوجس کی سایہ دار شاخوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق کومحروم کر دیا ہوتو ایسے شاخوں سے محروم اور کسی بھی قسم کا فائدہ دینے سے عاری درخت کی طرف کوئی بھی نہیں دیکھے گا کسی کی توجہ نہیں ہوگی ۔۔۔ ہر ایک نظر اس خوبصورت پودے اور درخت کو دیکھے گی اور اسکی طرف متوجہ ہوگی جو ہرا بھرا ہو۔جس کی خوبصورتی نظر آتی ہو۔جو درخت وقت پر پھولوں اور پھلوں سے لد جائے۔جو گرمی میں سایہ دینے والا ہو۔ اسی کولوگ پسند کرینگے ۔۔پس نرے ایمان کے دعوے اور اظہار اور اسکی جڑ کی مضبوطی کا اعلان کسی کام کا نہیں جب تک اعمال صالحہ کی سرسبز شاخیں اور پھل خوبصورتی نہ دکھا رہی ہوں اور فیض نہ پہنچا رہی ہوں۔''(۱)

حضورمزیدفرماتے ہیں:۔

''آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے غلاموں کا یہ فرض ہے کہ ایمان کی جڑوں کومضبوط کرنے کے ساتھ اعمال صالحہ کے وہ خوبصورت پتے،شاخیں اور پھل بنیں جو اسلام کی خوبصورتی کی طرف دنیا کو کھینچنے والی ہو۔جو دنیا کوفیض پہنچانے والی ہو اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے والے بھی ہم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی ہم ہوں۔بنی نوع انسان سے محبت بھی ہماری ترجیح ہواور بنی نوع انسان کی توجہ کھینچنے والے بھی ہم ہوں کیونکہ اس کے بغیر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کے مقصد کو پورا کرنے والے نہیں بن سکتے۔۔۔۔ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔جب ہم اپنے محلے اور شہر اور اپنے ملک میں اعمال صالحہ کی وجہ سے اسلام کی خوبصورتی دکھانے والے بنیں ۔ہر قسم کے فسادوں ،جھگڑوں ،چغلی کرنے کی عادتوں ،دوسروں کی تحقیر کرنے ،رحم سے عاری ہونے ،احسان کر کے پھر جتانے والے لوگوں میں شامل نہ ہوں بلکہ ان چیزوں سے بچنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔(۲)

امام وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی ضرورت

پس اے مسیح محمدی کے درخت وجود کی سرسبز شاخو آج حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی پیاری

۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 2014

۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 2014

جماعت کو اعمال کی اصلاح کی طرف بلا رہے ہیں۔اس مقصد کی طرف بلا رہے ہیں جس مقصد کیلئے حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے تھے،غلبہ اسلام واحمدیت کے اس عظیم الشان انقلاب میں حصہ دار بننے کی طرف بلا رہے ہیں جس کا برپا ہونا اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط ہے۔

اب ہماری ذمہ داری ہے کہ امام وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور جہاں کمیاں نظر آتی ہوں اسے ختم کرنے کی کوشش کریں۔دور اول میں صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اعمال کو ایسا بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔آج ہمارا فرض ہے جبکہ ہمارا آخرین کے گروہ میں شامل ہونے کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کی آواز پر لبیک کہیں اور وہی نمونہ دکھائیں جو صحابہ نے دکھایا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے تب سے اصلاح اعمال اور تزکیہ نفوس کی طرف خصوصی توجہ دلا رہے ہیں اور مورخہ ۲۹ نومبر تا ۷ فروری ۲۰۱۴ء کل 9 خطبات خصوصاً اصلاح اعمال پر ارشاد فرمائے۔ہر احمدی کے لئے یہ خطبات اصلاح کی راہ میں مشعل کی مانند ہیں اسلئے ہر احمدی کے لئے ان سے فائدہ اٹھانا ازبس ضروری ہے۔

خلیفہ وقت کی تحریک الٰہی تحریک ہوتی ہے

ہمارا یہ ایمان وایقان ہے کہ خلیفہ وقت جس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ وقت کی عین ضرورت ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی تحریک جماعت احمدیہ کے کسی خلیفہ کے دل میں ڈالتا ہے۔اس کے متعلق آپ کو پوری طرح مطمئن ہونا چاہیئے کہ ضرور کوئی الٰہی اشارے ایسے ہیں جو مستقبل کی خوش آئند باتوں کا پتہ دے رہے ہیں اور وہ تحریک جو بظاہر معمولی سی آواز سے اٹھتی ہوئی نظر آتی ہے ایک عظیم الشان عمارت میں تعمیر ہو جاتی ہے۔جس تحریک میں آپ اسلئے حصہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ مسیح موعودؑ کے خلیفہ کی تحریک ہے اس میں عظیم الشان برکتیں پڑیں گی جو آپ کے تصور سے بالا ہونگی۔(۱)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خلیفہ وقت کی تحریکی اہمیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

’’خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اسوقت سب سکیموں،سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید

۱۔ماہنامہ خالد،ربوہ جون ۱۹۸۶ص ۲۱

ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں نہ پیدا ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''(۱)

مردوں پر عائد دوگنی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے ہاں حقوق کے اعتبار سے دونوں کو برابر رکھا ہے۔ فضیلت دینے کی وجہ سے مرد پر ذمہ داریاں بھی زیادہ ڈالی ہیں اور اسے گھر کا نگران مقرر فرمایا ہے۔ مغربی دنیا نے دیگر باتوں کے علاوہ اسلام کی اس تعلیم کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مرد کے عورت پر قَوَّام ہونے کے متعلق فرماتے ہیں:

''اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ'' کا ایک معنی یہ لیا جاتا ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم بنائے گئے ہیں اور بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ کا ایک معنی یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر پہلو میں عورت پر فضیلت بخشی ہے۔ چنانچہ اہل مغرب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مرد کو بنایا ہی ہر پہلو سے بہتر ہے اور اس وجہ سے وہ عورت پر حکم چلانے کا حق رکھتا ہے حالانکہ دونوں جگہ معنے غلط کیے گئے ہیں۔

سب سے پہلے تو لفظ قَوَّام کو دیکھتے ہیں۔ قَوَّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو، جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو صاف سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قَوَّام اصلاحِ معاشرہ کے لیے ذمہ دار شخص کو کہا جائے گا۔

پس قَوَّام کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاح معاشرہ کی اوّل ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج روی پیدا ہو جائے، ان میں ایسی آزادیوں کی رَو چل پڑے جو ان کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمہ داریاں اس سلسلہ میں ادا نہیں کیں۔(۲)

۱۔ روزنامہ الفضل قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء

۲۔ اسلام میں عورت کا مقام، خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ یکم اگست 1987، بحوالہ الفضل انٹرنیشنل یکم فروری تا 7 فروری 2002ء

اصلاح اعمال کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی ھدایات

جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اصلاح اعمال یعنی عملوں کو صحیح و درست کرنے کے متعلق تمام ضروری امور کو بیان فرمایا۔آپ نے انفرادی اور اجتماعی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اصلاح میں حائل تمام رکاوٹوں کو بیان فرمایا۔اصلاح پر ماموروا عظین ومربیان اور عہدیداروں کو اصلاح کے تئیں انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور ایسے وجودوں کے واقعات کی رو سے ترغیب دلائی جو اصلاح اعمال کے سلسلہ میں ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں ۔غرض اصلاح اعمال کے تمام بنیادی اور جزوی پہلووں پر نہایت ہی سیر کن بحث فرمائی۔

برائیوں کی بھرمار

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اصلاح اعمال کی طرف خصوصی توجہ اسلئے دلائی کیونکہ ہماری کامیابی کا راز اچھے اعمال کرنے میں چھپا ہوا ہے۔نیک وجود ہی دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں ۔لیکن فی زمانہ ایسے اسباب کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اس ہدف اور نصب العین کے حصول میں مانع ہو سکتے ہیں ۔حضور انور نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔حضور انور نے فرمایا۔

”آجکل جو عملی خطرہ ہے وہ معاشرے کی برائیوں کی بے لگامی اور پھیلاو ہے اس پر مستزاد یہ کہ آزادی اظہار اور تقریر کے نام پر بعض برائیوں کو قانونی تحفظ دیا جاتا ہے۔اس زمانے سے پہلے برائیاں محدود تھیں ۔یعنی محلے کی برائی محلے میں یا شہر کی برائی شہر میں یا ملک کی برائی ملک میں ہی تھی ۔لیکن آج سفروں کی سہولتیں ،ٹی وی،انٹرنیٹ اور متفرق میڈیا نے ہر فردی اور مقامی برائی کو بین الاقوامی برائی بنا دیا۔انٹرنیٹ کے ذریعہ ہزاروں میلوں کے فاصلے پر رابطے کر کے بے حیائیاں اور برائیاں پھیلائی جاتی ہیں ۔نوجوان لڑکیوں کو ورغلا کر ان کی عملی حالتوں کی کمزوری تو ایک طرف رہی دین سے بھی دور ہٹا دیا جاتا ہے۔(1)

اصلاح اعمال کی طرف انسان کی کم توجہ

تاریخ انبیاء سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب بھی اللہ کے پیغمبر اس دنیا میں لوگوں کو اچھے اعمال کی طرف بلاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں تو اکثریت ان کی اس اچھی تعلیم کی مخالفت ہی کرتی ہے اور اپنے نفس کی پیروی

1۔خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 2014

کرتے ہوئے برائیوں کی طرف مائل رہتے ہیں۔ چنانچہ آج کے دور میں بھی انسان نے یہی طریق اپنایا ہوا ہے۔ انسان کی اس بدقسمتی کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضور انور اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

''پس یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور شعور عطا فرمایا ہے، اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت رحمانیت کی وجہ سے اس کے آگے جھکے رہنے والا بنا رہنا چاہئے۔ لیکن عملاً انسان اس کے بالکل الٹ چل رہا ہے۔ انسانوں کی اکثریت اپنے خدا کی پہچان سے بھٹکی ہوئی ہے۔ فیض اٹھاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ **اپنی رحمانیت کے صدقے اللہ تعالیٰ دنیا میں انبیاء بھیجتا ہے جو لوگوں کو بشارت بھی دیتے ہیں، ڈراتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پاکر نیک اعمال کی طرف رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ اس کی عبادت کے طریقے بھی بتاتے ہیں۔ لیکن اکثریت اپنی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتی۔**''(۱)

انفرادی اصلاح کا اثر قومی اصلاح پر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ علیکم انفسکم یعنی تم اپنے نفوس کی اصلاح کرو۔ نفس امارہ جو کہ گناہوں کا منبع اور مصدر ہے اس کو مارنا اور اسکی تعدیل ایک بہت بڑا اجہاد ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار ارشاد فرماتا ہے کہ اقتلوا انفسکم یعنی اپنی ہوا وہوس کی بیخ کنی کرو حضرت مصلح موعودؓ منظوم رنگ میں اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نفس اماره کی باگیں تھام کے رکھیو
گرادے گا ورنہ یہ سیخ و پا ہوکر

قرآن کریم میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى۔۔ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى(۲)

ترجمہ: اور جس نے اپنے رب کی شان سے خوف کیا اور اپنے نفس کو گری ہوئی خواہشات سے روکا یقینا جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے کہ انفرادی اصلاح کا اثر اجتماعی اور قومی اصلاح پر پڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر ما بانفسھم (الرعد:۱۲)

یعنی اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتا جب تک اس قوم کے افراد اپنی حالت خود نہ تبدیل کریں۔ اسلئے

۱۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19 جنوری 2007ء

۲۔ النازعات 41-42

حضور انور نے جہاں ہمیں انفرادی اصلاح کی طرف توجہ دلائی وہاں اجتماعی اصلاح کی طرف بھی آپ ایدہ اللہ نے خصوصی توجہ دلائی چنانچہ حضور انور نے فرمایا:۔

''ہمیں بہرحال حقائق پر نظر رکھنی چاہئے اور نظر رکھنی ہوگی۔ہم اس بات پر خوش نہیں ہو سکتے کہ پچاس فیصد کی اصلاح ہوگئی ہے یا اتنے فیصد کی اصلاح ہوگئی ہے بلکہ اگر ہم نے دنیا میں انقلاب لانا ہے تو سو فیصد کے ٹارگٹ رکھنے ہونگے۔میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اگر عملی اصلاح میں ہم سو فیصد کامیاب ہو جائیں تو ہماری لڑائیاں اور جھگڑے اور مقدمے بازیاں اور ایک دوسرے کو مالی نقصان پہنچانے کی کوششیں، مال کی ہوس، ٹی وی اور دوسرے ذرائع پر بیہودہ پرگراموں کو دیکھنا ایک دوسرے کے احترام میں کمی ،ایک دوسرے کو نیچے دکھانے کی کوشش، یہ سب برائیاں ختم ہو جائیں۔محبت، پیار اور بھائی چارے کی ایسی فضا قائم ہو جو اس دنیا میں بھی جنت دکھا دے۔یہ ایسی برائیاں ہیں جو عملاً ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔'' (۱)

نومبائعین کے سامنے پرانے احمدیوں کے اعمال کا نمونہ اچھا ہونا چاہئے

یہ بات تو انسان کی فطرت ہے کہ وہ دوسروں کے نمونہ سے اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور مذہب کے معاملہ میں تو یہ بات اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔اگر کوئی انسان کسی نئے مذہب یا جماعت میں داخل ہوتا ہے تو اس جماعت کے دیگر افراد اور خصوصی اس میں پیدائشی طور پر داخل افراد کے اعمال کا اس پر کافی اثر پڑتا ہے اور اگر کسی وجہ سے یہ اثر مثبت کی جگہ منفی ہو تو یہ بات اس نئے شخص کے ایمان کو مضبوط کرنے کا باعث نہیں ہوتی بلکہ الٹا اسکے ایمان کو کمزور کرنے میں مدد کرتی ہے۔ویسے تو جزا یا سزا کے زاویہ سے ایک انسان کے اعمال کا تعلق اسی کی ذات تک محدود ہے لیکن اس کے اعمال کا اثر معاشرہ اور ماحول پر بھی پڑتا ہے اسلئے حضور انور نے خصوصی طور پر پرانے اور پیدائیشی احمدیوں کو اپنی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اسکی اہمیت ان پر ظاہر فرمائی۔اگر ایک شخص کے اعمال اچھے ہوں گے تو اسکے کردار سے مثبت اثر اخذ کر کے نئے شامل ہونے والے افراد بھی اپنی اصلاح کی طرف مزید توجہ کریں گے۔

پس یہ بھی اصلاح اعمال کی بیشمار افادیت میں سے ایک فائدہ ہے۔ چنانچہ حضور انور فرماتے ہیں:۔

''پس آپ لوگوں کو اللہ کا شکر گزار بندہ بنتے ہوئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے نیکیوں کے معیار بڑھاتے ہوئے، احمدیت کے پیغام کو آگے پہنچانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔اس کے لئے جماعت کو مل کر بہت وسیع پیمانے پر ایک پروگرام بنانا چاہئے جس میں باہر سے آئے ہوئے احمدی بھی شامل

۱۔خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 6 دسمبر 2013

ہوں، مقامی احمدی بھی شامل ہوں تا کہ ہر باشندے تک یہ پیغام پہنچ جائے۔ اللہ کے اُس پہلوان کی مددکریں جس کو خود اللہ تعالیٰ نے ''جری اللہ'' کے خطاب سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی اس کام پر مقرر کیا ہے کہ تمام ادیان کے ماننے والوں کو اُمّت واحدہ بنا کر ایک ہاتھ پر جمع کریں۔ پس جس نیکی کو آپ لوگوں نے، ہم نے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے پالیا ہے اس کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے پہلے سے بہت بڑھ کر کوشش کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ نئے آنے والے لوگ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے بیعت کی اس کی عملی حالت کیا ہے، یہ نہ دیکھیں۔ احمدی بنانے والوں کی عملی حالت کو نہ دیکھیں کہ کیا ہوئی ہے اگر کسی میں کمزوری ہے تو وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو نیکیوں میں بڑھنے والے اور نیکیوں کو قائم کرنے والے ہیں اور برائیوں سے روکنے والے ہیں۔ بہرحال اسلام میں ہر ایک، ہر شخص اپنے فعل کا انفرادی طور پر ذمہ دار ہے۔ کسی کی ذاتی کمزوری کو کسی دوسرے کے لئے ابتلاء کا باعث نہیں بننا چاہئے۔ **پرانے احمدیوں میں اگر کسی کو بگڑتا ہوا دیکھیں تو اس کے لئے بھی وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے پر چلائے اور استغفار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی کوشش کریں** اور اس میں جتنی زیادہ استغفار کریں گے جتنی زیادہ کوشش کریں گے اتنے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں گے۔'' (۱)

اصلاح اعمال کے راستہ میں حائل رکاوٹیں

اس بات سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرے گا کہ کسی بھی چیز کی اصلاح تبھی ممکن ہوسکتی ہے جب اس میں پیش آمدہ رکاوٹوں کے اسباب معلوم ہوں اور جب اسباب معلوم ہوجاتے ہیں تو ان کو ختم کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اور اعمال کی اصلاح جلدی ہوجایا کرتی ہے۔ اسلام خالی گناہ سے ہی نہیں روکتا بلکہ گناہ کے اسباب اور عوامل کی نشاندہی کرتے ہوئے ان اسباب سے رکنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریرات سے استفادہ کرتے ہوئے اعمال کی اصلاح میں رکاوٹوں کے آٹھ اسباب کی نشاندہی فرمائی۔ اصلاح اعمال میں حائل ان رکاوٹوں اور اسباب کو خلاصۃً کتاب ''اصلاح اعمال اور ہماری ذمہ داریاں'' شائع کردہ اصلاح و ارشاد مرکزیہ قادیان سے پیش کیا جاتا ہے:۔

۱۔ اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ہیں، اُن میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا، یعنی لوگوں نے خود ہی یا بعض علماء کی باتوں

۱۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 05 رجنوری 2007

میں آ کران کے زیر اثر یہ فیصلہ کرلیا کہ بعض گناہ چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں اور یہی بات ہے جو عملی اصلاح میں روک بنتی ہے۔اس سے انسان میں گناہ کرنے کی دلیری پیدا ہو جاتی ہے، جرات پیدا ہو جاتی ہے۔(۱)

حضورانور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

''پس جب تک یہ خیال رہے کہ فلاں بدی بڑی ہے اور فلاں چھوٹی ہے اور فلاں نیکی بڑی ہے اور فلاں نیکی چھوٹی ہے، اس وقت تک انسان نہ بدیوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیوں کی توفیق پا سکتا ہے۔ ہمیشہ ہمارے سامنے یہ بات رہنی چاہئے کی بڑی بدیاں وہی ہیں جن کے چھوڑنے پر انسان قادر نہ ہو۔ بہت مشکل پیش آتی ہے اور وہ انسان کی عادت میں داخل ہوگئ ہوں اور بڑی نیکیاں وہی ہیں جنکو کرنا انسان کو مشکل لگتا ہو۔''(۲)

۲۔پھر اعمال کی اصلاح میں رکاوٹ کی دوسری وجہ ہے وہ ہے ماحول یا نقل کا مادّہ ہے۔انسان کی فطرت میں نقل کا مادہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا ہوا ہے اور یہ نقل کا مادہ بچپن میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بچہ نقل کر کے اچھی چیزیں بھی اپنے والدین کے دئے ہوئے ماحول سے سیکھتا ہے اور بری باتیں بھی گھر سے ہی سیکھتا ہے۔گھر کے اسی ماحول کے مطابق پھر بچے کی سیرت اور اخلاق بنتے ہیں۔اس ضمن میں حضورانور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:۔

''اسلئے میں والدین کو بار بار توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں ان پر بھی نظر رکھیں۔۔۔۔بچہ گھر میں ماں باپ سے اور بڑوں سے سیکھتا ہے اور ان کو دیکھتا اور انکی نقل کرتا ہے۔ ماں باپ کو کبھی یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ ابھی بچہ چھوٹا ہے، اسے کیا پتہ؟ اُسے ہر بات پتہ ہوتی ہے اور بچہ ماں باپ کی حرکت دیکھ رہا ہوتا ہے۔اور لاشعوری طور پر وہ اسکے ذہن میں بیٹھ رہی ہوتی ہے۔اور ایک وقت میں آکے وہ انکی نقل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بچیاں ماؤں کی نقل میں اپنی کھیلوں میں اپنی ماؤں جیسے لباس پہننے کی کوشش کرتی ہیں انکی نقالی کرتی ہیں۔لڑکے باپوں کی نقل کرتے ہیں۔۔۔اسی طرح ہمسائیوں، ماں باپ کی سہیلیوں اور دوستوں کے غلط عمل کا بھی بچے پر اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔پس اگر اپنی نسل کی، اپنی اولاد کی حقیقی عملی اصلاح کرنی ہے تاکہ آئندہ عملی اصلاح کا معیار بلند ہو تو ماں باپ کو اپنی حالت کی طرف بھی نظر رکھنی ہوگی۔ اور اپنی دوستیاں ایسے لوگوں سے بنانے کی ضرورت ہوگی جو عملی لحاظ سے ٹھیک ہوں۔(۳)

۳۔عملی اصلاح میں روک کے تیسرے سبب کے بارے میں حضور فرماتے ہیں ''عملی اصلاح میں روک کا تیسرا

۱۔خطبات محمود جلد ۱۷ص،۳۳۹

۲۔خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2013

۳۔خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2013

سبب فوری یا قریب کے معاملات کو مدنظر رکھنا ہے ۔جبکہ عقیدے کے معاملات دور کے معاملات ہیں ،ایسے معاملات ہیں جنکا تعلق زیادہ تر بعد کی زندگی سے ہے۔جیسا کہ میں نے بتایا کہ عملی حالت کے معاملات فوری نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یابظاہر انسان سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جنکا عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اگر میں کوئی غلط کام کرلوں تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا جو عقیدہ ہے وہ متاثر نہیں ہوتا۔مثلاً سنار ہے،وہ سمجھتا ہے کہ میں سونے میں کھوٹ ملالوں تو اس سے میری ایک خدا کو ماننے کے عقیدے پہ کوئی حرف نہیں آتا لیکن میری کمائی زیادہ ہوجائے گی۔جلد یا زیادہ رقم حاصل کرنے والا میں بن جاونگا۔

۴۔چوتھا سبب عملی اصلاح کی کمزوری کا یہ ہے کہ عمل کا تعلق عادت سے ہے اور عادت کی وجہ سے کمزوریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور خصوصاً ایسے وقت میں جب مذہب کے ساتھ حکومت نہ ہو۔۔ جہاں مذہب اور حکومت کی عملی اصلاح کی تعریف ایک ہے اور عملی اصلاح اس کے مطابق ہے وہاں عادتیں قانون کی وجہ سے ختم کی جاسکتی ہے ہیں۔

عادت کی قباحت کو حضور انور نشے کی عادت کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’ساری عمر کے عقیدے کو تو ایک شخص چھوڑ سکتا ہے،مگر نشہ کی عادت جو چند مہینوں یا چند سالوں کی عادت ہے اس میں ذرا سی نشے کی کمی ہوجائے تو وہ اسے بے چین کر دیتی ہے سگریٹ پینے والے بھی بعض ایسے ہی ہیں جو اپنے خاندانوں کو چھوڑ کر، اپنے بہن بھائیوں کو چھوڑ کر، اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جماعت میں داخل ہوئے انہوں نے قربانی دی اور احمدی ہو گئے لیکن اگر سیگریٹ چھوڑنے کو کہو تو سو بہانے تلاش کرینگے ۔کسی کا پیٹ پھول جاتا ہے ۔کسی کو نشہ نہ کرنے سے نیند نہیں آتی ،کسی کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اس کے خیال میں ختم ہوجاتی ہیں اور اسکے لئے وہ پھر بے چین رہتے ہیں۔اسی طرح یہ صرف ان کے لئے نہیں جو احمدیت میں داخل ہوئے ہیں، ہر ایک شخص کیلئے ہے بعض نیک کام کررہے ہوتے ہیں بڑی قربانی کررہے ہوتے ہیں لیکن چھوٹی سی عادت نہیں چھوڑ سکتے۔‘‘

۵۔عملی اصلاح میں روک کا پانچوں سبب بیوی بچے بھی ہیں۔یہ عملی اصلاح کی راہ میں حائل ہوجاتے ہیں۔

۶۔چھٹا سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسان اپنی مستقل نگرانی نہیں رکھتا۔یعنی عمل کا خیال ہر وقت رکھنا پڑتا ہے تبھی عملی اصلاح ہوسکتی ہے۔(۱)

۷۔ساتواں سبب اعمال کی اصلاح میں روک کا یہ ہے کہ انسانی تعلقات اور رویے جو ہیں وہ حاوی ہوجاتے ہیں اور خشیت اللہ میں کمی آجاتی ہے۔(۲)

۱۔خطبات محمود جلد ۱۷ص ۱۸۰

۲۔خطبات محمود جلد ۱۷س ۳۸۳

حضور انور نے اس ضمن میں فرمایا کہ:۔

''بسا اوقات لالچ، دوستانہ تعلقات، رشتے داریاں، لڑائی، بغض اور کینے ان اعمال کے اچھے حصوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔''

۸۔آٹھواں سبب عملی اصلاح میں روک کا یہ ہیکہ عمل کی اصلاح اس وقت تک بہت مشکل ہے جب تک خاندان کی اصلاح نہ ہو(۱)

اس کی مثال دیتے ہوئے حضور انور فرماتے ہیں کہ دیانتداری اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی یا اسکا معیار قائم نہیں رہ سکتا جب تک بیوی بچے بھی پورا تعاون نہیں کرتے۔گھر کا سربراہ کتنا ہی حلال مال کمانے والا ہولیکن اگر اسکی بیوی کسی ذریعہ سے ہمسائیوں کو لوٹتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچاتی ہے مال غصب کرنے کی کوشش کرتی ہے یا اسکا بیٹا رشوت کا مال گھر میں لاتا ہے۔تو اس گھر کی روزی حلال نہیں بن سکتی۔

حضور انور فرماتے ہیں ان آٹھ باتوں کے علاوہ بھی بعض وجوہات عملی اصلاح میں روک کی ہوسکتی ہیں۔یہ چند اہم باتیں جیسا کہ میں نے کہی ہیں لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو تقریباً تمام باتیں انہی آٹھ باتوں میں آجاتی ہیں۔

عملی اصلاح میں ممد تین امور

قارئین کرام!عملی اصلاح کیلئے رکاوٹوں کا ذکر کرنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عملی اصلاح میں ممد ومعاون تین امور کو بیان فرمایا۔

اول قوت ارادی اور دینی نقطہ نگاہ سے قوت ارادی کا مطلب ایمان لانا ہے عرب کے لوگ ہر قسم کی برائی میں مبتلاء تھے لیکن آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے انہوں نے اعمال میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کی،دوم۔قوت علمی،سوم۔قوت عملی ان تینوں امور میں انسان کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔حضور انور فرماتے ہیں:۔

گویا اصلاح اعمال کے لئے تین چیزوں کی مضبوطی ضروری ہے۔ایک قوت ارادی،ایک علم کی زیادتی کی ضرورت ہے اور قوت عملیہ میں طاقت کا پیدا کرنا،یہ بھی ضروری ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ علم کی زیادتی درحقیقت قوت ارادی کا حصہ ہوتی ہے کیونکہ علم کی زیادتی کے ساتھ قوت ارادی بڑھتی ہے یا کہہ سکتے ہیں عمل کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ان سب باتوں کا خلاصہ یہ بنے گا کہ عملی اصلاح کیلئے ہمیں تین چیزوں کی ضرورت ہے پہلے قوت ارادی کی طاقت کہ وہ بڑے بڑے کام کرنے کی اہل ہو۔علم کی زیادتی کہ ہماری قوت ارادی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی رہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اور صحیح کی تائید کرنی ہے اور اس پر عمل کرنے کیلئے پورا زور لگانا ہے۔غفلت میں رہ کر انسان مواقع

۱۔خطبات محمود جلد ۱۷ص ۳۸۴

نہ گنوا دے۔تیسرے قوت عملیہ کی طاقت کہ ہمارے اعضاء ہمارے ارادے کے تابع چلیں، بد ارادوں کے نہیں، نیک ارادوں کے، اور اسکا حکم ماننے سے انکار نہ کرے۔ یہ باتیں گناہوں سے نکالنے اور اعمال کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہیں۔اپنی قوت ارادی کو ہمیں اس زبردست افسر کی طرح بنانا ہوگا جو اپنے حکم کو اپنی طاقت اور قوت اور اصولوں کے مطابق منواتا ہے اور کسی مصلحت کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتا ہمیں چھوٹے بڑے گناہوں کی اپنی من مانی تعریفیں بنا کر اپنے اوپر غالب آنے سے روکنا ہوگا۔

عملی اصلاح کے لئے دوسہارے

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ عملی اصلاح کو دو سہاروں کی ضرورت ہے ایک نگرانی دوسرا جبر حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

''بہر حال نگرانی ہر معاشرے کے قانون میں اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کیلئے دین بھی اسکی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔اور بہت سے غلط کاموں سے انسان اس وجہ سے بچ رہا ہوتا ہے کہ معاشرہ اسکی نگرانی کر رہا ہے۔ ماں باپ اپنے دائرے میں نگرانی کر رہے ہوتے ہیں۔مربیان کا اپنے دائرے میں یہ نگرانی کرنا کام ہے۔اور باقی نظام کو بھی اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا ضروری ہے۔اور جب اسلام کی یہ تعلیم بھی سامنے ہو کہ ہر نگران نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا تو نہ صرف انکی اصلاح ہوگی جنکی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ نگرانوں کی بھی اصلاح ہو رہی ہوگی۔تو بہر حال عملی اصلاح کیلئے نگرانی بھی ایک موثر ذریعہ ہے۔''(۱)

''دوسری بات جو اصلاح کیلئے ضروری ہے جبر ہے۔۔۔۔یہاں جبر یہ ہے کہ دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اسکے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظام جماعت کا حصہ کہنا اور پھر نظام کے قوائد کو توڑنا۔ یہ بات اگر ہو رہی ہو تو پھر بہر حال سختی ہوگی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔نظام کا حصہ بن کر رہنا ہے تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ ورنہ سزا مل سکتی ہے، جرمانہ بھی ہو سکتا ہے، بعض قسم کی پابندیاں بھی عائد ہو سکتی ہیں اور ان سب باتوں کا مقصد اصلاح کرنا ہے۔تاکہ قوت عملی کی کمزوری کو دور کیا جاسکے۔جماعت میں بھی نظام جماعت سزا دیتا ہے تو اصل مقصد اصلاح ہوتا ہے۔کسی کی سبکی یا کسی کو بلا وجہ تکلیف میں ڈالنا نہیں ہوتا۔یہ جبر حکومتی قوانین میں بھی لاگو ہے۔''

حضور انور نے فرمایا کہ ''یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔جب ہم گہرائی میں جائزہ لیں تو

۱۔خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 2014

ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا یعنی وہ معیار نہیں رکھتا جو اصلاح عمل کیلئے ایک انسان میں ہونا ضروری ہے۔ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر قوت ایمانیہ بھر دی جائے تو ان کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدم علم کی وجہ سے گناہوں کا شکار ہو تا ہے۔اسکے لئے صحیح علم کی ضرورت ہوتی ہے۔اور ایک طبقہ جو نیک اعمال لانے کیلئے دوسروں کا محتاج ہو تا ہے یہ تین قسم کے لوگ ہیں اور اسکی احتیاج ہے وہ دو طرح سے پوری کی جاتی ہے۔ یا اسکی بیرونی مدد دو طرح سے ہوگی۔ایک تو نگرانی کر کے۔۔۔لیکن وہ طبقہ جو بالکل ہی گرا ہوا ہو، جو نگرانی سے باز آنے والا نہ ہو، اسے جب تک سزا نہ دی جائے اسکی اصلاح نہیں ہوسکتی (۱)

اللہ تعالیٰ کے مالک حقیقی ہونے پر یقین کامل کی ضرورت

اگر انسان کو خدا کی ذات پر بھروسہ ہو اور اس کے مالک حقیقی ہونے پر یقین کامل ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ وہ سزا دینے پر بھی قادر ہے تو وہ نیک اعمال بجالائے گا اور اپنی عملی اصلاح کرنے کی کوشش کریگا لیکن اگر خدا کی ہستی کا خوف دل میں بالکل بھی نہ ہو تو اس کے احکامات کی بجا آوری کی طرف توجہ بھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

’’پس اگر انسان خدا تعالیٰ کی حقیقی مالکیت کو اپنے او پر تسلیم کر لے تو پھر اس کا خوف بھی پیدا ہوگا۔ پھر یہ احساس ہوگا کہ ایک خدا ہے جس کی ہمیں عبادت بھی کرنی ہے، جس کے احکامات پر عمل بھی کرنا ہے کیونکہ جزا سزا کا ہمارے ساتھ سلوک ہونا ہے تو پھر ہی نیک اعمال بجالانے کی طرف توجہ بھی ہوگی۔‘‘

اور اس یقین کے پیدا ہونے کے لئے حضور انور نے احباب جماعت کو خصوصی طور پر دعا کرنے کی طرف توجہ بھی دلائی:۔

’’جہاں اپنے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا صحیح فہم وادراک عطا فرمائے، اپنی مالکیت کی حقیقت کی سمجھ عطا فرماتے ہوئے ہمارے سے ایسے اعمال کروائے جو ہمیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے وارث بنائیں اور اس کی سزا سے ہم ہمیشہ بچے رہنے والے ہوں۔ وہاں مسلم اُمّہ کے لئے بھی بالخصوص دعا کریں کہ وہ اپنے مالک حقیقی کی منشاء کو سمجھنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو امام بھیجا ہے اس کو ماننے والے ہوں اور اس کے مددگار ہو کر دنیا میں اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں۔‘‘(۲)

۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 2014

۲۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 16 / مارچ 2007ء

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں

ایک مومن کا یہ خاصہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر جانے اور دوسروں کے اندر موجود عیوب کو تلاش کرنے اور ان کی تشہیر کرنے کی بجائے اپنی کمزوریوں کا ازالہ کرنے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ چنانچہ رمضان کریم کے حوالہ سے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں حضور انور نے احباب جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ دوسروں کی غلطیوں پر نظر رکھنے کی بجائے اپنے نفس کا جائزہ لے۔ حضور انور نے فرمایا:۔

''ایک اور روایت میں آتا ہے کہ روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچانے والا مضبوط قلعہ ہے۔ پس یہ ڈھال تو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دی لیکن اس کو استعمال کرنے کا طریقہ بھی آنا چاہیئے۔ اس کے بھی کچھ لوازمات ہیں جنہیں پورا کرنا چاہیئے۔ تبھی اس ڈھال کی حفاظت میں تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق ملے گی۔ یہ ڈھال اس وقت تک کارآمد رہے گی جب روزہ کے دوران ہم سب برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔۔۔۔ ہر ایک، ایک دوسرے کے عیب دیکھنے کی بجائے اپنے عیب تلاش کر رہا ہوگا۔ ایک دوسرے کی برائیاں تلاش کرنے کی بجائے اپنی برائیوں، کمیوں، کمزوریوں اور خامیوں کو ڈھونڈ رہا ہوگا۔ میں حیران ہوتا ہوں بعض دفعہ یہ سن کر، بعض لوگ بتاتے بھی ہیں اور لکھ کر بھی بھیجتے ہیں کہ آپ کے فلاں خطبے پر مجھ سے فلاں شخص نے کہا یہ تمہارے بارے میں خطبہ آیا ہے اس لئے اپنی اصلاح کرلو۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ ہر ایک اپنا اپنا جائزہ لے اور دوسرے کی آنکھ کے تنکے تلاش نہ کرے۔۔۔۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے۔ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے۔(۱)

مربیان اور علماء، کی ذمہ داریاں

اصلاح اعمال کی عمل میں اصلاح پر مامور افراد کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر مصلحین ہی باعمل نہ ہوں تو لوگوں کی اصلاح میں کافی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلئے حضور انور نے جماعتی مربیان وعہدیداران کو اپنی اصلاح کی طرف خاص توجہ دلائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے فرمایا:۔

''باوجود اس ایمان کے (یعنی مسیح موعود نے جو ہمیں ایمان عطا کیا) اور باوجود ان تازہ اور زندہ معجزات کے کیوں ہماری جماعت کے اعمال میں کمزوری ہے؟ اسکے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خیال کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ سلسلے کے علماء مربیان اور واعظین نے اسکو پھیلانے کی طرف خاص توجہ نہیں دی۔ حضرت مصلح موعود کی یہ بات آج سے پچھتر چھہتر سال پہلے صحیح تھی آج بھی صحیح ہے اور اس پر غور کرنے کی

۱۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 7/ اکتوبر 2005ء

ضرورت ہے۔''(۱)

نیز حضور اقدس فرماتے ہیں:۔

''پس جب تک اس طرف ہماری جماعت کے علماء، مربیان اور وہ تمام امراء اور عہدیداران جن کے ذمہ جماعت کے سامنے اپنے نمونے پیش کرنے اور اصلاح کے کام ہیں، اس بات کی طرف ویسی توجہ نہیں کرتے جیسی کرنی چاہئے اور جماعت کے ہر فرد کو حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کے ساتھ جوڑنے کی کوشش نہیں کرتے جو کوشش کرنے کا حق ہے، اس وقت تک جماعت کا وہ طبقہ جو قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے عملی اصلاح نہیں کرسکتا، جماعت میں کثرت سے موجود رہینگے۔۔۔ہمارے علماء، ہمارے مربیان، ہمارے عہدے داران اپنے اپنے دائرے میں افراد کے سامنے اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کی کوشش کیلئے بار بار ذکر نہیں کرتے یا اس طرح ذکر نہیں کرتے جس طرح ذکر ہونا چاہئے یا ان کے اپنے نمونے ایسے نہیں ہوتے جن کو دیکھ کر ان کی طرف توجہ پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے صحابہ کا بارہا ذکر کرکے اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نشانات کے واقعات جوان بزرگوں کے ساتھ ہوئے شدت سے نہیں دہرائے جاتے اور یہ یقین پیدا نہیں کرواتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو کسی خاص وقت اور اشخاص کے لئے مخصوص نہیں کر دیا بلکہ آج بھی اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا اظہار کرتا ہے۔ اگر ان باتوں کا بار بار ذکر ہو اور یہ تعلق پیدا کرنے کے طریقے بتائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعودؑ سے کے گئے وعدوں کا ذکر کیا جائے تو پھر دعا کی قبولیت کے فلسفے کی سمجھ بھی آجاتی ہے اور نشانات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔'' (۲)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس ضمن میں فرمایا ہے کہ ''عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء حضرت عیسیٰؑ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ روح پیدا نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ کا فہم اور ادراک پیدا ہو۔ ہماری اصل کوشش خدا تعالیٰ کو زندہ کرنے کی اور اس سے زیادہ تعلق پیدا کرنے کی ہونی چاہئے۔ اگر خدا سے ہمارا زندہ تعلق ہے تو چاہئے عیسیٰ کو زندہ سمجھنے والے جتنا بھی شور مچاتے رہیں، ہمارے ایمانوں میں کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا ہر قدم پر ہمیں سنبھالنے والا ہوگا۔(۳)

حضور انور نے مربیان کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مزید فرمایا کہ:۔

۱۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24 جنوری 2014

۲۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 جنوری 2014

۳۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 2014

''اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔۔۔۔خلافت کا صحیح فہم وادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے۔اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔بعض ایسی مثالیں بھی سامنے آجاتی ہیں کہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت نے یہ غلط کام کیا اور یہ غلط فیصلہ کیا یا فلاں فیصلے کو اس طرح ہونا چاہئے تھا بعض قضاء کے فیصلوں پر اعتراض ہوتے رہتے ہیں یا فلاں شخص کو فلاں کام پر کیوں لگایا گیا؟ اسکی جگہ تو فلاں شخص ہونا چاہئے تھا۔خلیفہ وقت کی فلاں فلاں کے بارے میں تو بڑی معلومات ہیں،علم ہے اور فلاں شخص کے بارے میں اس نے باوجود علم ہونے کے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔تو اس قسم کی باتیں کرنے والے چند ایک ہی ہوتے ہیں لیکن ماحول کو خراب کرتے ہیں۔اگر مربیان اور،ہر سطح کے عہدے داران،پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں،ہر تنظیم کے اور جماعتی عہدداران اپنی اس ذمہ داری کو بھی سمجھیں تو بعض دلوں میں جو شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں کبھی پیدا نہ ہوں اور خاص طور پر یہ مربیان کا کام ہے کہ انہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ تمام برکتیں نظام میں ہیں۔اللہ تعالیٰ تو جب کسی قوم پر لعنت ڈالنا چاہتا ہے تو نظام کو اٹھالیتا ہے۔پس جب یہ باتیں ہر ایک کے علم میں آجائیں گی تو بعض لوگ جن کو ٹھوکر لگتی ہے وہ ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں گے۔'' (۱)

حضور انور نے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بہت ہی دلکش ارشاد اس بارے میں بیان کیا کہ حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

''اگر وہ یعنی علماء اور مربیان قلوب کی اصلاح کریں اور لوگوں کے دلوں میں عرفان اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں تو کروڑوں کروڑ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگ جائیں۔اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین للہ افواجا۔اگر تبلیغ کے ذریعہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کروگے تو ایک ایک دو دو کر کے لوگ تمہاری طرف آئینگے لیکن اگر تم استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کردو تو پھر فوج درفوج لوگ آئینگے اور تمہارے اندر شامل ہوجائینگے۔(۲)

احمدی خواتین کو خصوصی طور پر اصلاح اعمال کی طرف توجہ دینے کی ضرورت

سیدنا حضور انور نے احمدی مسلم خواتین کو خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنی اصلاح کریں تاکہ

۱۔خطبہ جمعہ 31 جنوری 2014

۲۔خطبہ جمعہ فرمودہ 31 جنوری 2014

آئندہ نسلیں ان کے ذریعہ سے نیکی کی راہ میں پروان چڑھنے والی ہوں اور احمدیت کا مستقبل اسلام ﷺ ماضی کی طرح اللہ کی رضا کی راہوں پر گامزن افراد پر مشتمل ہو۔ لجنہ اماء اللہ کینیڈا سے اپنے ایک خطاب میں حضور انور نے خواتین کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''مَیں تقریباً ابتدا سے ہی جب سے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے جماعت کو تربیتی امور کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ **اگر آپ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو دنیا کی غلاظتوں سے بچانا چاہتے ہیں تو اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ دیں اور اپنے بچوں کو بھی ان غلاظتوں سے بچانے کی کوشش کریں** اور اس کے لئے ان کے سامنے نیک نمونے قائم کریں تا کہ بچے بھی بڑوں کو دیکھ کر ایسی راہوں پر چلنے والے ہوں جو دین کی طرف لے جانے والی راہیں ہیں، جو خدا تعالیٰ کا قرب عطا کرنے والی راہیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا پیار سمیٹنے والی راہیں ہیں اور نتیجۃً دنیا و آخرت سنوارنے والی راہیں ہیں۔۔۔ پس ہر عورت کو اس اہم امر کی طرف بڑی توجہ دینی چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اس رنگ میں تربیت کرے اور یہ تربیت اپنے پاک نمونے قائم کرتے ہوئے ایسے اعلیٰ معیار کی ہو جس کو دیکھ کر یہ کہا جاسکے کہ ایک احمدی ماں خود بھی ایک ایسا پاک خزانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو سمیٹنے والا ہے اور ان کی اولادیں بھی ایک ایسا پاک مال ہیں جو اپنی ماں کی تربیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مال بن چکا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر ہے، جس کی پاک تربیت کو دیکھ کر دنیا رشک کرتی ہے۔

پس اس سوچ کے ساتھ بڑی فکر کے ساتھ اور دعا کے ساتھ آپ جو یہاں بیٹھی ہیں جن میں سے اکثر بزرگوں کی اولادیں ہیں، صحابہ کی اولادیں ہیں اس سوچ کے ساتھ **اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت اور اصلاح کی کوشش کریں اور تقویٰ پر قائم رہنے کے لئے اپنے اعمال کو درست کریں عملوں میں لگ جائیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔** خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ایسے لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو مانا اور پاک نمونے قائم کئے ان نمونوں پر آپ چلنے والی ہوں نہ کہ ان کو ضائع کرنے والی ہوں اور آپ ہی ایسی ہوں جو آئندہ بھی جماعت کی رہنمائی کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق دے آمین۔'' (۱)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

''عورتوں کی آبادی دنیا کے ہر ملک میں مردوں سے زیادہ ہے۔ اگر عورت کی اصلاح ہو جائے اور وہ تقویٰ

۱۔ خطاب لجنہ اماء اللہ مورخہ 25 رجون 2005ء بموقعہ جلسہ سالانہ کینیڈا۔ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 02 رمارچ 2007ء

پر قائم ہوجائے ،معاشرہ میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے لگ جائے تو بہت سے فساد اور جھگڑے جنہوں نے دنیا کو برباد کیا ہوا ہے ختم ہوجاتے ہیں۔۔۔ مَیں آپ عورتوں سے کہتا ہوں کہ آپ نے ہر نیکی کو اپنانا ہے اور ہر برائی کو چھوڑنا ہے۔ تو اس طرح ساتھ اپنے خاوندوں کی اصلاح کر رہی ہوں گی اور اپنی اولادوں کی اصلاح کر رہی ہوں گی۔''(۱)

لجنہ اماء اللہ کے اجتماعات کی اصل غرض

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر 19 رنومبر 2006ء کو اپنے اختتامی خطاب میں لجنہ اماء اللہ کی ممبرات کو اجتماعات کی حقیقی غرض اور اس سے فائدہ اٹھانے کے اصل طریق کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ لوگ یہاں اپنا اجتماع منعقد کرنے کے سلسلے میں جمع ہیں ،جس کا آج آخری دن ہے۔ ان اجتماعوں کا انعقاد اس غرض سے کیا جاتا ہے تا کہ یہاں احمدی عورتوں اور بچیوں کو دینی تعلیم و تربیت کیلئے مل بیٹھ کر تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی تقاریر اور ہدایات سن کر اپنے اندر کی کمزوریوں کو دُور کرنے کا موقع ملے۔ بچیوں اور بڑی عمر کی لڑکیوں کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ مختلف علمی پروگراموں میں حصہ لے کر اپنی علمی صلاحتیوں کو مزید نکھارنے کا موقع ملے، ایک خاص ماحول میسر ہو جس میں اپنی اصلاح کے مزید بہتر راستوں کی نشاندہی کریں اور ان کے بارے میں سوچیں۔ جس قوم کی بچیاں ،نوجوان لڑکیاں ،عورتیں اس سوچ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوں جہاں وہ خالص دینی اور روحانی ماحول میں رہ کر پروگراموں میں حصہ لینا چاہتی ہوں ، اپنا وقت گزارنا چاہتی ہوں اور گزار رہی ہوں ، اس قوم کی نہ تو نسلیں برباد ہوتی ہیں ، نہ ان پر کبھی زوال آتا ہے۔''(۲)

نیک اولاد کی حصولی کے لئے اپنی اصلاح کی ضرورت

اولاد کی خواہش ہر ایک انسان کو فطری طور پر ہوتی ہے۔ لیکن اس خواہش کے پیچھے لوگوں کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے یہاں نیک اولاد پیدا ہو جو نیکی کی راہ پر چل کر ان کا نام روشن کرے اور دنیا و آخرت میں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے لیکن کیا نیک اولاد کا حصول اپنی عملی اصلاح اور تزکیہ نفس کے بغیر ممکن ہے؟ اس ضمن میں ہمارے پیارے آقا اپنے ایک خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر مستورات سے خطاب بحوالہ۔ الفضل انٹرنیشنل 30 رستمبر تا 06 راکتوبر 2005ء

۲۔ بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 05 رجنوری 2007ء تا 11 رجنوری 2007ء

’’انسان کو سوچنا چاہیئے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہیئے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے لیکن جب ایک خاص اندازہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57)

اب اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کے لئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی؟ صرف یہی کہ گناہ کرنے کے لئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کونسی کمی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیّئات رکھنا جائز ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا۔ جب تک کہ وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذّاب ہے‘‘۔ جھوٹا ہے۔ ’’صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بناوے تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی ہی نامور اور مشہور ہو، اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے‘‘۔ (1)

(ملفوظات جلد اول صفحہ 561-560 جدید ایڈیشن)

مالی قربانیوں میں حصہ لینا بھی اصلاح اعمال کا ایک اہم ذریعہ

انفاق فی سبیل اللہ الٰہی جماعتوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں مالی قربانیوں میں حصہ لے کر ہم خدا کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے حقوق العباد کی بجا آوری کر رہے ہوتے ہیں وہیں یہ قربانی ہمارے اعمال کی اصلاح کا بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ اسکی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں سیدنا حضور انور فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ چندہ دینے سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور یہ محبت

1۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22 ستمبر 2006ء

اوراخلاص کا کام ہے۔پس اللہ تعالیٰ سے محبت اور رسول سے محبت کا تقاضا ہے کہ قربانی میں ہمارے قدم ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں۔اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہم شامل ہوئے ہیں تو اس محبت اوراخلاص کا تقاضا ہے کہ اصلاح اور تربیت کے لئے جب مالی قربانی کی ضرورت پڑے تو ہر احمدی ہمیشہ اپنی روایات کو قائم رکھتے ہوئے قربانی میں آگے سے آگے بڑھتا رہے۔''(۱)

اصلاح اعمال کا ایک ذریعہ سزا بھی ہے

انسانی نفس غلطیوں سے پاک نہیں ہے بلکہ وہ کمزوراورجلد بازی کرنے والا ہے۔بعض مرتبہ انسان سے مختلف قسم کی غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں جن پر بعد میں اسے پچھتاوا بھی ہوتا ہے اوروہ انکی اصلاح کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے لیکن انسانی کی اصلاح کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ اسے ہر غلطی پر معافی نہ دی جائے بلکہ اسکی اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے اسے سزا دینا بھی ضروری ہوتا ہے اور یہی طریق ہمارے پیارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی تھا کہ وہ اپنے جان سے پیارے صحابہ کو بھی بعض دفعہ انکی غلطیوں پر سزا دیا کرتے تھے۔چنانچہ اسی مضمون کو واضح کرتے ہوئے سیدنا حضور انور اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

''اب دیکھیں جب ایک جنگ میں بعض صحابہؓ صحت ہونے کے باوجود شامل نہیں ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قطع تعلقی کر لی اور پھر ان کی بیویوں کو بھی حکم دیا کہ اُن سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔اُن میں سے ایک ایسے بھی تھے جن کی عمر زیادہ تھی لیکن اس سزا کی وجہ سے سارا دن روتے تھے اور بستر پر پڑے رہتے تھے اور اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ان کی بیوی نے کہا کہ ان کی تو یہ حالت ہے۔کیا مجھے اتنی اجازت ہے کہ مَیں کھانا وغیرہ پکا کر ان کو دے سکوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔تو یہ حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں آ گئی کہ چار پائی سے اٹھ نہیں سکتا۔سارا دن استغفار پڑھ رہا ہے۔روتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود آپؐ نے یہ نہیں کہا کہ معاف کرتا ہوں آپ کو۔رحمۃ للعالمین تھے۔رحم کا جذبہ تو اندر تھا لیکن ایک سزا تھی جو اصلاح کے لئے ضروری تھی۔تو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش کا اعلان نہیں ہو گیا اس وقت تک انہوں نے سزا کاٹی۔۔۔۔سزا کی وجہ بعض دفعہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنا ہوتی ہے۔تو جن کے حقوق مارے ہوتے ہیں وہ تو بہر حال ادا کرنے ہوتے ہیں۔بعض دفعہ نظام جماعت کے تعلق میں بے قاعدگیاں ہوئی ہوتی ہیں ان بے قاعدگیوں کا جب تک مداوا نہ ہو جائے تو بہر حال ایک سزا تو ہے اور سزا

۱۔خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 12/جنوری 2007ء

اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔اس لئے اس میں اور رحم میں ہر ایک کو فرق سمجھنا چاہئے۔''(۱)

لیکن جب خلیفہ وقت کسی کو سزا دیتا ہے تو اس کا مقصد صرف وصرف اس کی اصلاح ہی ہوتی ہے۔حضور فرماتے ہیں

''تو موقع ومحل کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مشورہ کو اہمیت دیا کرتے تھے کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ اب سختی میں ہی انسانیت کی بقا ہے اس لئے آپؐ نے لشکر کشی کا حکم فرمایا۔اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ایک سبق ہے،نصیحت ہے جو خلیفۂ وقت کے بعض فیصلوں پر پہلے خلفاء کا یا کسی پہلے موقع پر دیئے گئے کسی فیصلے کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ کیونکہ پہلے یہ ہو چکا ہے اس لئے اب بھی اس طرح ہونا چاہئے۔تو یہ وقت وقت کے مطابق،حالات کے مطابق فیصلے ہوا کرتے ہیں۔اور کبھی کوئی فیصلہ کسی سے بغض عناد اور کینے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔اصل مقصد اصلاح اور انسانیت کی قدریں بحال کرنا ہوتا ہے۔''(۲)

ہمارے قول وعمل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے

''جس تعلیم کا دعویٰ ہے اس پر سختی سے کاربند ہوں۔اس پر عمل کرنے والے ہوں۔**اپنی بھی اصلاح کریں اور دوسروں کے لئے بھی نیک نمونے قائم کریں۔** اس لئے ہر احمدی کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ اس نے نیک اور پاک نمونوں کو اپنے اوپر لاگو کرنا ہے۔اگر ہم صرف نیک باتیں کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے تو یہ نیکی کی باتیں بے فائدہ ہیں۔ایک احمدی میں کبھی بھی دوعملی نہیں ہونی چاہئے۔یہ جلسے بھی ہماری تبلیغ کے ذریعے ہیں اس لئے ہر احمدی کو جو اس میں شامل ہونے کے لئے آتا ہے اپنی اصلاح کی طرف ان دنوں میں توجہ دینی چاہئے اور اپنے قول وفعل کو ایک کرنا چاہئے،اللہ تعالیٰ کا ہمیں یہی حکم ہے۔فرمایا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(الصف:4-3)

یعنی اے مومنو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔خدا کے نزدیک اس بات کا دعویٰ کرنا جو تم کرتے نہیں بہت ناپسندیدہ ہے۔اس کے عذاب کو بھڑکانے والا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:''یاد رکھو کہ صرف لفاظی اور لسانی کام نہیں آ سکتی جب تک عمل نہ ہو۔اَور باتیں عنداللہ کچھ وقعت نہیں رکھتیں''۔(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء)

یعنی ادھر ادھر کی باتیں مارنا یا بہانے کرنا یا وضاحتیں کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔عمل

۱۔خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 26 /جنوری 2007ء

۲۔خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 25/مارچ 2005ء

ہی ہے جو وقعت رکھنے والی چیز ہے۔‘‘(۱)

چار ہزار دفعہ بھی کہنا پڑے تو کہیں

اصلاح اعمال کا کام کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس عظیم الشان کام کے لئے جماعت میں جو نظام بنایا گیا ہے جس کے تحت مختلف عہدیداران و ذمہ دران کے سپرد احباب جماعت کی اصلاح کا کام کیا گیا ہے انہیں حضور انور خود وقتاً فوقتاً اس کام کے متعلق ھدایات دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ نیشنل مجلس عاملہ سویڈن کے ساتھ اپنی ایک میٹنگ میں حضور انور نے سیکریٹری تربیت کو فرمایا:۔

’’آپ اپنی اصلاحی کمیٹی کو بھی Active کریں۔۔اصلاح کا کام بہت بڑا ہے۔کسی کی اصلاح کرنے میں ہر گز تھکنا نہیں بلکہ چار ہزار دفعہ بھی کہنا پڑے تو کہیں۔ نہ تھکنا ہے اور نہ مایوس ہونا ہے۔نرمی سے سمجھاتے چلے جانا ہے۔‘‘

اگر نفس کی اصلاح ہوگی تو تبھی امام وقت کو ماننے کا فائدہ ہے

سیدنا حضور انور اپنے ایک خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی ایک نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے احباب جماعت کے سامنے **اصلاح نفس کی اہمیت** بیان کرتے ہوئے اور انہیں اس کی تلقین کرتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ وہ اپنے نفوس کی اصلاح کی طرف توجہ کریں ورنہ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے اور آپ کی جماعت میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور انکی یہ بیعت حقیقی بیعت نہیں کہلائے گی۔ چنانچہ فرمایا:۔

’’یہاں مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت کا بھی ذکر کر دیتا ہوں جو اس حوالے سے آپ ؓ نے جماعت کو کی۔اور بڑی اہم اور پیاری نصیحت ہے جسے ہر احمدی کو چاہئے کہ وہ چاہے پڑھا لکھا ہے یا ان پڑھ ہے، امیر ہے یا غریب ہے، مرد ہے یا عورت ہے اپنے پلّے باندھے کہ اصلاح نفس کے لئے بڑی ضروری ہے اور اس سے عبادت کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔آپ ؓ فرماتے ہیں کہ:’’جواَن پڑھ ہیں انہیں کم از کم یہی چاہئے کہ وہ اپنے چال وچلن سے خدا کی تنزیہہ کریں۔یعنی اپنے طرز عمل سے دکھائیں کہ قدوس خدا کے بندے، پاک کتاب کے ماننے والے، پاک رسول کے متبع اور اس کے خلفاء اور پھر خصوصاً اس عظیم الشان مجدّد کے پیرو ایسے پاک ہوتے ہیں‘‘۔

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 373-372 مطبوعہ ربوہ)

۱۔خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 23 دسمبر 2005

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرو ایسے ہوتے ہیں۔ اپنے اندر یہ تبدیلی پیدا کریں۔ پس خدا تعالیٰ کو ہر عیب سے، ہر خرابی سے پاک سمجھنا اس وقت صحیح ہوگا جب ہم اپنے ہر قول و فعل سے اس کا اظہار کر رہے ہوں گے۔ آپ فرماتے ہیں اس کے لئے وسیع اور بہت علم کی ضرورت نہیں ہے۔ اَن پڑھ سے اَن پڑھ احمدی کو بھی پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کیا احکامات ہیں۔ خطبات میں، تقریروں میں اور درسوں میں سنتا ہے کہ کن باتوں کے کرنے کا حکم ہے اور کن باتوں سے روکا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا نمونے قائم کر کے دکھائے ہیں۔ ایک احمدی سے خدا تعالیٰ کی قدوسیت کی صفت پر یقین کا اظہار اسی وقت ہوگا جب وہ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے اور پاک ہو، تو تبھی اس زمانے کے امام کو ماننے کا فائدہ ہے۔'' (۱)

اصلاح اعمال کے متعلق حضور انور کے زریں ارشادات

اب خاکسار **اصلاح اعمال اور ہماری ذمہ داریاں** کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چند زریں ارشادات رقم طراز کراتا ہے جو کہ اصلاح اعمال کی راہ میں ہر شخص کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں:۔

حضور انور فرماتے ہیں:۔ ''دوست اپنی اپنی اولادوں کی اور جماعت کے دوسرے نوجوانوں کی اصلاح کریں۔ اپنی اصلاح کریں۔ جھوٹ، چوری، دغا، فریب، دھوکہ، بدمعاملگی، غیبت وغیرہ بدعادات ترک کر دیں۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ معاملہ کرنے والا محسوس کرے کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 15)

''پس جہاں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان غلاظتوں سے محفوظ رکھے، وہاں ہر احمدی کو بھی اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے ان غلاظتوں سے بچنے کے لئے ایک جہاد کی ضرورت ہے۔ زمانے کی ایجادات اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا منع نہیں ہے لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نے زمانے کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر تکمیل اشاعت ہدایت میں حضرت مسیح موعودؑ کا مددگار بننا ہے نہ کہ بے حیائی، بے دینی اور بے اعتقادی کے زیر اثر آ کر اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنا ہے۔

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 19)

''دنیا کی اصلاح کرنے والی قومیں، دنیا میں انقلاب لانے والی قومیں اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتی ہیں۔ اگر آنکھیں بند کر کے ہم کہہ دیں کہ سب اچھا ہے تو یہ بات ہمارے کاموں میں روک پیدا کرنے والی

۱۔ خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ 20/اپریل 2007ء

ہوگی۔۔۔اگر عملی اصلاح میں ہم سو فیصد کامیاب ہوجائیں تو ہماری لڑائیاں اور جھگڑے اور مقدمے بازیاں اورایک دوسرے کو مالی نقصان پہنچانے کی کوششیں، مال کی ہوس، ٹی وی اور دوسرے ذرائع پر بیہودہ پروگراموں کودیکھنا،ایک دوسرے کے احترام میں کمی،ایک دوسرے کونیچا دکھانے کی کوشش، یہ سب برائیاں ختم ہوجائیں۔۔۔''

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 21)

''اعمال کی اصلاح کے بارے میں جو چیزیں روک بنتی ہیں یا اثر انداز ہوتی ان میں سے سب سے پہلی چیز لوگوں کا یہ احساس ہے کہ کوئی گناہ بڑا ہے اور کوئی گناہ چھوٹا۔۔۔اس سے انسان میں گناہ کرنے کی دلیری پیدا ہوتی ہے، جرأت پیدا ہوتی ہے۔ برائیوں اور گناہوں کی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ چھوٹا گناہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یا اس کی سزا اتنی نہیں ہے۔

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 23)

اسی مذکورہ احساس کی وجہ سے بعض لوگ عام طور پر بڑے گناہ نہیں کرتے لیکن جوے کو معمولی گناہ سمجھ کر کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''غلط کاموں پر روپیہ لُٹانا ایک برائی ہے جس سے منع فرمایا گیا ہے۔آجکل تو جوئے کی مشینیں ہیں، مختلف قسم کے جوئے کی قسمیں ہیں۔کئی لوگ جو لاٹریوں کے بھی بڑے رسیا ہیں۔ جوئے کی مشینوں پر جاتے ہیں اور ویسے بھی جوا کھیلتے ہیں۔لیکن عام زندگی میں جھوٹ نہیں بولتے۔ عام آدمی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے، قتل نہیں کرتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ ان برائیوں کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں لیکن جوئے اور غلط کاموں میں پیسے لٹانے اور ضائع کرنے کو یہ بُرا نہیں سمجھتے۔''

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 24)

پھر یہ کہ ''اعمال کی اصلاح میں روکاوٹ کی جو دوسری وجہ ہے، وہ ماحول ہے یا نقل کا مادّہ ہے۔۔۔ یہ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے، یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے، اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی ان کے زیر اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس کی نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔۔۔اس لئے بار بار

میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں ان پر بھی نظر رکھیں۔۔۔''

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 26)

۔۔۔اسی طرح ہمسایوں، ماں باپ کی سہیلیوں اور دوستوں کے غلط عمل کا بھی بچے پر اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔پس اگر اپنی نسل کی، اپنی اولاد کی حقیقی عملی اصلاح کرنی ہے تاکہ آئندہ عملی اصلاح کا معیار بلند ہو تو ماں باپ کو اپنی حالت کی طرف بھی نظر رکھنی ہوگی۔اور اپنی دوستیاں ایسے لوگوں سے بنانے کی ضرورت ہوگی جو عملی لحاظ سے ٹھیک ہوں۔''

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 27)

بدی اور برائیوں کا ایک اور حل بیان فرماتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ''فوری یا قریب کے معاملات کو مدنظر رکھنا ہے جبکہ عقیدے کے معاملات دور کے معاملات ہیں، ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق زیادہ تر بعد کی زندگی سے ہے۔''

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 28)

ایک اور حل یہ ہے کہ چونکہ عمل کا تعلق عادت سے ہے اور عادت کی وجہ سے کمزوریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور خصوصاً ایسے وقت میں جب مذہب کے ساتھ حکومت نہ ہو یعنی حکومت کے قوانین کی وجہ سے بعض عملی اصلاحیں ہوجاتی ہیں۔پس عملی اصلاح کے لئے حکومت کا ایک کردار ہے۔لیکن آج حکومتوں کا بدی اور برائی پھیلانے میں ایک اہم کردار ہے۔اس لئے حکومتوں کو چاہئیے کہ سچائی اور انصاف سے بدی کو بدی شمار کر کے اس کے سدباب کے لئے کوششیں کرے اور سزائیں مقرر فرمائیں۔

(اصلاح اعمال کے متعلق زریں نصائح صفحہ 28)

مذکورہ بالا ارشادات جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس کے لئے عموما اور افراد جماعت کی اصلاح کے لئے خصوصا بیان فرمائے ہیں ان ارشادات سے ہم خود بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی اصلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔سب سے پہلے تو ہمیں اپنی عملی اصلاح کرنی ہے اور پہلے خود ان زریں ارشادات پر عمل پیرا ہونا ہے اور ہمارا اوّلین فریضہ ہی یہ ہے کہ ہم ان ارشادات پر پہلے خود عمل کرنے والے ہوں اور ان ارشادات کو اپنی زندگیوں کا ایک اہم حصہ بنانے والے ہوں تاکہ ہم اس قابل ہوسکیں کہ دوسروں تک ان ارشادات کو نہ صرف قولا بلکہ عملا بھی دوسروں میں منتقل کرنے والے ہوں۔

احباب جماعت کا اپنے خلیفہ کی تحریک پر لبیک کہنا

اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے آنے والی ہر آواز پر والہانہ لبیک کہا جائے۔ کسی ارشاد کو بھولنا یا اس کی طرف توجہ نہ دینا ایک احمدی کی شان نہیں۔ جماعت احمدیہ کا یہ خاصہ ہے کہ اسکا ایک خلیفہ ہے جو اسکا نگران و نگہبان ہے جو نور فراست سے کام لیتے ہوئے بصیرت افروز خطبات و خطابات کے ذریعہ ہماری اصلاح فرماتا ہے اور افراد جماعت کا بھی یہ طرہ امتیاز ہے کہ اپنے آقا کی آواز پر والہانہ لبیک کہتی ہے۔ پس ہر احمدی کو اس بارہ میں ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات جمعہ اور خطابات میں قیام نماز، دعاؤں اور عبادتوں کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ یہ سب باتیں ہماری روحانی بقاء اور ترقی کے لئے اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہر سچے مخلص احمدی کا فرض ہے کہ دیکھے اور سچے دل سے اپنا محاسبہ کرے کہ کیا وہ دیانت داری سے اِن میدانوں میں سرگرمِ عمل ہے یا نہیں۔ خلافت کی محبت کوئی رسمی بات نہیں۔ یہ جذبہ سچا ہے تو اس کا ثبوت نظر آنا چاہئے اور ہدایت پر عمل کرتے ہوئے نیک تبدیلی پیدا کرنا ہی اس کا حقیقی ثبوت ہے۔

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ نے جب اصلاح اعمال کی طرف توجہ دلائی تو افراد جماعت کی ایک کثیر تعداد نے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ دی جیسا کہ حضور انور نے خود بھی فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بھی فضل و احسان ہے کہ جب خلیفہ وقت کی کسی مضمون کی طرف توجہ ہوتی ہے تو اگر وہ اصلاحی پہلو ہے تو جماعت کا ایک بڑ احصہ اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا اندازہ
مجھے خطوط سے بھی ہو رہا ہے۔“(۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرئے اور حضور انور کی خواہشاتکے مطابق زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ آخر پر حضرت مسیح موعودؑ کے دو روح پرور اقتباسات سے اسحصہ کو ختم کرتا ہوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

”وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجے تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنجوقتہ نماز کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذاء نہ دیں۔ وہ کسی

۱۔ خطبہ جمعہ 7 فروری 2014

قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور نا کردنی اور نا گفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل، بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔(۱)

نیز فرمایا:

''آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔''

''صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک عمل اچھے نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک دی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں میں گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرع، صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔۔۔۔۔نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پشت ڈال کے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔''(۲)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور انور کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کرنے توفیق عطاء فرمائے۔۔ آمین۔

بدیوں سے پہلو اپنا بچائے رہو مدام
تقویٰ کی راہیں طے ہوں بعجلت خدا کرے

سننے لگے وہ بات تمہاری بذوق شوق
دنیا کے دل سے دُور ہو نفرت خدا کرے

۱۔ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 220 اشتہار نمبر 191

۲۔ ملفوظات جلد ۴ ص ۲۷۴

اصلاح نفس کا ایک زبردست ذریعہ: نظام وصیت میں شمولیت

نظام وصیت ایک آسمانی نظام

جماعت احمدیہ کی بنیاد الٰہی حکم کے تحت سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے ۱۸۸۹ء میں رکھی تھی۔ اور نظام وصیت کی بنیاد بھی اللہ تعالیٰ کی ہی راہنمائی میں ۱۹۰۵ء میں رکھی۔ نظام وصیت کی روح یہ ہے کہ احمدی افراد کو اُن ممکنہ فتنوں اور ابتلاؤں سے جہاں اس زندگی میں تحفظ نصیب ہو وہاں اُخروی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا، پیار اور بخشش کے ٹھنڈے سایوں میں پناہ نصیب ہو۔ اس لحاظ سے نظام وصیت ایک موصی کو دونوں زندگیوں میں بھلائی، برکت اور فلاح سے ہمکنار کرنے والا حتمی نظام ہے۔ بعض لوگ اس نظام میں شامل ہونے سے بچنے کے لئے نفس کے کئی بہانے سامنے رکھ دیتے ہیں لیکن انہیں اگر فی الواقعہ اپنی اصلاح اور روحانی ترقی مطلوب ہے تو بلا تاخیر اُنہیں اس الٰہی نظام وصیت میں شمولیت کرنی چاہئے۔ کیونکہ وصیت تو نظام ہی اصلاح نفس کا ہے۔ حقیقی اصلاح اُس میں شمولیت کے بعد ہی نصیب ہوگی۔ اُس سے باہر رہ کر اور شمولیت سے گریز کر کے کوئی کیونکر اپنی اصلاح کرسکتا ہے۔

”وصیت ایسی چیز ہے جو یقینی طور پر خدا کا مقرب ہونا ظاہر کرتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہوں تو جب وہ وصیت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ بہشتی مقبرہ میں صرف جنتی ہی مدفون ہوں گے اُس کے اعمال کو درست کر دیتا ہے۔ پس وصیت اصلاح نفس کا زبردست ذریعہ ہے کیونکہ جو بھی وصیت کرے گا اگر وہ ایک وقت میں جنتی نہیں تو بھی وہ جنتی بنا دیا جائے گا۔“

انسان کی زندگی میں درپیش دو ابتلاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم می دو ابتلاؤں کا تکرار سے ذکر کر کے انسان کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ ان دو ابتلاؤں سے ہر آن واسطہ پڑتا رہے گا اس لئے کوئی لمحہ غفلت یا بے توجہگی کا قریب نہ آنے دو۔ ورنہ بظاہر تو یہ نعمتیں نظر آتی ہیں لیکن فی الحقیقت یہ بھاری امتحان اور فتنہ کا سامان ہیں۔ اور اگر انسان ان دونوں کی گہرائی میں غور کرے تو فی الواقعہ ساری دنیا میں ملک ملک، قریہ قریہ، گھر گھر بلکہ فرد فرد کو انہیں دو ابتلاؤں یا فتنوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اور نظام وصیت انہیں دو فتنوں پر قابو پانے کا حتمی نظام ہے۔ یہ دو فتنے اموال و اولاد کے فتنے ہیں۔

مال کے فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ (اور جان لو کہ تمہارے

اموال اور تمہاری اولاد محض ایک آزمائش ہیں)۔سورۃ انفال کی یہ آیت نمبر ۲۹ انسان کو متنبہ کررہی ہے کہ جہاں انسانی زندگی انہی دو چیزوں کے حصول اور اُن سے استفادہ کی تگ ودَو میں محدود ہوکر رہ گئی ہے وہاں ساری دنیا میں اموال اور اولاد ہی کو انسانی زندگی کا نصب العین ٹھہرالیا گیا ہے۔حالانکہ جو چیزیں اپنے اندر امتحان، ابتلاء اور فتنہ سامانی لئے ہوئے ہیں اُن سے تو انسان کو لحظہ لحظہ،قدم قدم متنبہ اور ہوشیار رہتے ہوئے اپنے تحفظ کی فکر کرنی چاہئے۔ نظام وصیت جو الٰہی نظام ہے ان دونوں امتحانوں میں سے سُرخرو گزرنے کو ممکن ہی نہیں بلکہ حتمی اور یقینی بنانے والا نظام ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے مال کے فتنوں کو مختلف پیرایوں میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرمایا: وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔(الفجر:۲۱) کہ تم مال سے انتہائی زیادہ محبت کرتے ہو۔اب مال سے زیادہ محبت نے انسانی کردار کو مختلف جہتوں سے شدید متاثر کر رکھا ہے۔بعض پہلو مفید اور بامقصد ہیں لیکن اکثر پہلو مال کو ایک فتنہ اور ابتلاء کی شکل دینے والے ہیں۔مال اگر انسان کے پاس نہ ہو یا شدید کمی مال کی ہو تو انسان مال کے حصول کے جائز ناجائز ذرائع اپنانے میں کوئی فرق یا احتیاط پیش نظر نہیں رکھتا۔رشوت، بددیانتی،غبن ڈکیتی، چوری اور ظلم کے ارتکاب تک پہنچ جاتا ہے۔اور اگر انسان کے پاس مال کی فراوانی ہو تو قوم کا ہر اخلاقی ،معاشرتی جرم ظلم اور بربریت اُس کا معمول بن جاتا ہے۔پس ان دونوں کیفیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مال کو فتنہ اور ابتلاء قرار دیا جاتا ہے۔مال میسر نہ ہو تو ایک خاص نہج پر انسان مجرم بن جاتے ہیں۔اور اگر مال کی وسعت حاصل ہو تو دوسری نہج کے مظالم کا ارتکاب ہوتا ہے۔

آج دنیا بھر میں مال کے فتنہ نے انسانی معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور عالمی سطح پر جس قدر فساد، سیاسی چالیں اور جنگیں ہو رہی ہیں ان کے پیچھے مال کی یہ دونوں کیفیتیں ہی اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔ایسے المناک معاشرہ کی اصلاح اور مال کے فتنہ سے انسان کے تحفظ کا انتظام انسان کے بس کا روگ نہیں۔ہاں خالق و مالک کائنات ہی مال کے فتنہ سے انسان کو بچانے کی قدرت وطاقت رکھتا ہے۔اور اُس رحیم وکریم قادر وتوانا ذات خداوندی نے اپنے مسیح ومہدی کی وساطت سے آج کی دنیا کو مال کے فتنہ کے بدبلکہ مہلک اثرات سے بچانے کے لئے نظام وصیت کا اجراء کروایا ہے۔

چنانچہ یہ بات حتمیت سے کہی جاسکتی ہے کہ نظام وصیت میں مالی قربانی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اُسی خوش نصیب کو ملتی ہے جو زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی مال کو اپنی ذات کے لئے فتنہ نہ بننے دے۔مال کی کمائی اور حصول کا مرحلہ ہو تو مال کے ہر طرح کے فتنوں سے دامن بچا کر مال کو حاصل کرے۔اور اس امر پر ہرگز کسی دلیل کی ضرورت

نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ناجائز اور ناپاک مال کی قطعاً کوئی قدر نہیں ہوا کرتی۔ اور مال اگر جائز اور پاک ذرائع سے حاصل نہ کیا گیا ہو تو موصی ہونے کے باوجود انسان کی مالی قربانی کی صلاحیت ماند پڑ جاتی ہے۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کا خاص احسان اور فضل موصیان پر ہوتا ہے کہ وصیت کی منسوخی محض شاذ کے طور پر ہوتی ہے۔ ہاں بعض جائز مجبوریوں کے باعث وصیت کی منسوخی کے امکانات ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجبوریاں جلدی ہی رفع ہو جاتی اور منسوخی کے خدشات ٹل جایا کرتے ہیں۔

وصیت کی روح کا ایک نہایت مفید، مؤثر، اور بابرکت پہلو یہ ہے کہ وصیت کے ذریعہ انسان کو دنیا کی عارضی زندگی کے ساتھ ساتھ عاقبت کی دائمی زندگی کا شعور نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے وصیت کے طفیل موصی ہر لمحہ اس شعور سے فیض یاب ہوتا رہتا ہے اور یوں انسانکی ہمہ وقت کی اصلاح اور روحانی تربیت کا سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ موصی اس حتمی یقین پر اپنی زندگی کے جملہ مراحل میں سے گزرتا ہے کہ ''جودم غافل سودم کافر''۔ پس اس اعتبار سے موصی کو اُسی طرح خدا تعالیٰ سے ایک ''انشورنس'' نصیب ہو جاتی ہے جس طرح سوسائٹی میں لوگ ''لائف انشورنس'' کے ذریعہ تحفظ کے طالب رہتے ہیں۔ لیکن کُجا فانی انسان اور فانی معاشرہ سے انشورنس کی تمنا اور کُجا خالق ارض وسماء کی ذات سے وصیت کے ذریعہ انشورنس۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پس دنیا بھر میں جہاں بھی وصیت کا نظام قائم ہوگا مال کے فتنوں سے انسانوں کو بچنے اور متنبہ رہنے کا احساس بیدار ہوگا۔ اور تدریجاً اس نظام کے غلبہ سے مال کے بھیانک فتنہ سے انسانی معاشرہ کو تحفظ نصیب ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ پیارے آقا و امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مؤثر تحریک فرمائی گئی ہے کہ جب جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے عالمگیر سطح پر مستحکم ہو رہی ہے تو ساتھ ہی وصیت کے نظام کو بھی اُسی نسبت سے نافذ، مستحکم اور مؤثر و فعال بنانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ یقینی سطح پہ تب ہی ممکن ہوگا جب کہ جماعت کی غالب اکثریت اس نظام وصیت سے منسلک ہو جائے۔ جس کا نتیجہ دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ احمدیت کے ذریعہ انسانی عالمگیر معاشرہ کو مال کے فتنہ سے تحفظ مل جائے گا اور دنیا بھر میں امن، سلامتی، اخوت اور ہمدردی کے سائے بڑھیں اور پھیلیں گے۔ اور یہ وہ عظیم کارنامہ ہوگا جس کو آج تک اقوام متحدہ اور سلامتی کونسلیں وغیرہ بھی جملہ اختیارات اور منصوبوں کے باوجود حاصل نہیں کر پائیں اور نہ آئندہ حاصل کر سکنے کا معمولی سا بھی امکان ہے۔

پس احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر عمل درآمد کے لئے فوری قدم اُٹھانا چاہئے۔

(۱) اس امر کا انتظار نہ کریں کہ نفس کی کمزوریاں دور ہو جائیں تو وصیت کریں گے۔ کیونکہ الٰہی نظام تو انسان کی

عملی، اخلاقی، روحانی ترقیات کی ایک لحاظ سے ضمانت ہے۔ اس لئے آپ بلا تاخیر اُس آسمانی نظام میں شمولیت کریں اور دیگر احباب کی شمولیت کا فریضہ انجام دیں۔

(۲) مال کے فتنہ بلکہ فتنوں سے اگر واقعۃً تحفظ چاہتے ہیں تو نظام وصیت میں بلا تاخیر شامل ہو جائیں جہاں مال کے فتنہ سے صرف تحفظ ہی نہیں ملتا بلکہ مال میں غیر معمولی برکت اور ترقیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوتی ہیں۔ دنیا کا کوئی بنک اور کوئی تجارتی ادارہ وہ تحفظ انسان کو مہیا نہیں کر سکتا جو تحفظ الٰہی نظام میں نصیب ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال سے وضاحت مفید ثابت ہوگی کہ تجارتی ادارے، بنک یا حکومتی ذرائع انسان کو غیر محدود مالی وسائل بے شک مہیا کر سکتے ہیں لیکن اُن کا دائرہ مالی سہولتوں کی فراہمی تک ہی محدود ہوا کرتا ہے۔ اور اُن مالی سہولتوں سے استفادہ اور اُن کے شرّ یا مضرت سے تحفظ مہیا کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے اختیار میں ہوتا ہے۔ مال ہو اور صحت نہ ہو، مال ہو اور گھریلو امن نہ ہو، مال ہو اور استفادہ کا شعور نہ ہو، مال ہو اور ماحول میں تحفظ نہ ہو۔ یہ ساری کیفیتیں انسان کو پیش آسکتی ہیں۔ ان کے برعکس تحفظ اور سلامتی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے میسر آسکتی ہے۔ اور نظام وصیت میں مالی قربانی کے عوض جہاں مالی وسعت وترقی اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے وہاں مال سے استفادہ کی صلاحیت، مال کی افادیت اور استعمال کے مراحل میں انسان کو اپنی امان میں رکھتا ہے۔

(۳) نظام وصیت کے تحت جب موصی اپنی آمد میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی نیت سے آمد کا حساب درست رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو وصیت کے تقاضے کے تحت ۱۰/۱ حصہ اپنی آمدنی کا جب وہ ادا کر لیتا ہے تو بقیہ ۱۰/۹ آمدنی کو بھی حصہ رسدی مختلف ضرورتوں اور مقاصد پر خرچ کرنے کا سلیقہ طبعاً سیکھ جاتا ہے اور اپنے محدود وسائل کے اندر رہ کر اپنی زندگی امن اور سکون سے گزارنا ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ بھی گویا نظام وصیت کا اضافی فائدہ اور برکت ہے۔ ورنہ اکثر لوگ اپنی اوقات سے باہر پاؤں پھیلاتے اور طرح طرح کے مصائب اور مشکلات میں پھنسے رہتے ہیں۔ موصیوں کو اللہ تعالیٰ ایسے بھیانک نتائج سے بچاتا رہتا ہے۔

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

”نظام وصیت صرف ۱۰/۱ مالی قربانی کا نام نہیں۔ یہ نظام ہے زمین کی پستیوں سے اُٹھا کر آسمانی رفعتوں تک پہنچانے کا۔ اور جہاں اس نظام میں مالی قربانی کی اُمید رکھی جاتی ہے وہاں ہر دوسرے پہلو سے ایک نمایاں بھرپور اسلامی زندگی جو ہر لحاظ سے منور ہو اور حسین ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رفعتوں کی طرف لے جانے والی ہو اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی ہو۔“(۱)

۱۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء

(۵) وصیت کے نظام میں ایک موصی صرف اپنی آمد کا ۱۰/۱ حصہ ہی ادا کرنے کا پابند نہیں بلکہ ایک اور پہلو سے بھی مالی قربانی کا وصیت تقاضا کرتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر موصی پر لازم بلکہ فرض ہے کہ اپنی کل جائیداد کا کم از کم ۱۰/۱ حصہ اور زیادہ سے زیادہ ۳/۱ حصہ نظام وصیت کو پیش کرے۔ گویا ماہوار آمد کے علاوہ جائیداد پر بھی موصی پابند ہے کہ کم از کم ۱۰/۱ حصہ جائیداد کا نظام وصیت کے تحت قربان کرے۔

اولاد کے فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ

قرآن کریم میں جہاں مال کو ایک فتنہ یعنی آزمائش قرار دیا گیا ہے۔ وہاں اولاد کو بھی فتنہ یا آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ اور مال کے بارہ میں اوپر وضاحت آچکی ہے کہ مال کی آزمائش میں موصی اپنی ماہانہ آمد پر حصہ وصیت کی ادائیگی سے گویا مال کے ابتلاء سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور باقی رہا اولاد کا فتنہ تو اُس کے خلاف بھی وصیت میں تحفظ مہیا کیا گیا ہے۔ اس کے چند پہلو حسب ذیل ہیں۔

اولاد کے فتنہ سے موصی کے تحفظ کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ موصی جہاں نظام وصیت میں ایک جذبہ سے شامل ہوتا ہے تو شریعت اُس سے تقاضا کرتی ہے کہ جس نیکی کو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔ مراد یہ ہے کہ صرف خود ہی موصی نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس نیک عمل میں شریک کرو۔ کیونکہ انسان کا نیک ہونا تب ہی مفید ٹھہرتا ہے جب کہ اُس کا ماحول بھی نیک ہو۔ چنانچہ نظام وصیت کے اجراء کے ابتدائی مرحلہ میں ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرف توجہ دلا دی تھی کہ نظام وصیت میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کی کوشش ضروری ہے۔ چنانچہ آپ رسالہ ’’الوصیت‘‘ میں آخر پر یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ:-

> ’’مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس کی اشاعت کریں اور اپنی آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ رکھیں۔‘‘

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد میں تین واضح امور شامل ہیں:۔

اوّل: یہ کہ ’’ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے‘‘ اس سے یہ مراد تو نہیں ہو سکتی کہ وہ اس پر خود عمل نہ کریں اور صرف دوسروں کو یا اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں۔ یہ نتیجہ نکالنا قطعاً غلط ہوگا۔ اور اصل حقیقت یہی ٹھہرتی ہے کہ جماعت کا فرد اس تحریر یعنی رسالہ الوصیت کو پڑھ کر خود بھی وصیت کرے۔ اور پھر دوسروں اور خصوصاً ’’دوستوں‘‘ کو بھی اس تحریر کا پیغام پہنچا کر اُنہیں موصی بنائے۔ اور پھر خصوصیت سے یہ کہ اس تحریر کو ’’اپنی آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ رکھیں۔‘‘ پس اوّل مرحلہ یہ ٹھہرتا ہے کہ ’’ہر ایک صاحب ہماری جماعت کا‘‘ اوّلاً خود اس تحریر یعنی رسالہ الوصیت کو پڑھ کر خود وصیت کرے۔

دوسرا مرحلہ یہ کہ خود موصی بننے کے بعد اس تحریر یعنی رسالہ ''الوصیت'' کو دوستوں میں مشتہر کریں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے حلقہ واقفیت میں احباب کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی تحریک کریں اور ایسی تحریک تبھی مؤثر اور مفید ہو سکتی ہے کہ اوّلاً انسان خود موصی بنے پھر دوستوں کو بنائے۔

تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ ''اپنی آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ رکھیں۔'' یعنی اپنے آپ کو موصی بنانے کے بعد اپنی نسل پر انسان توجہ دے۔ اور موجود نسل یعنی اولاد اور اولاد در اولاد کو بھی حتی الوسع موصی بنائے۔ اور مزید اہتمام یہ بھی کرے کہ وہ جو نسلاً بعد نسلٍ اس کے جانشین آتے رہیں گے اُن میں بھی وصیت کے نظام اور وصیت کے تقاضوں کو پورا کرتے چلے جانے کا پورا انتظام اور اہتمام اپنی زندگی میں کرے۔

مندرجہ بالا تینوں مراحل سے یہ امر کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ موصی پر یہ فرض ٹھہرتا ہے کہ جہاں اپنی زندگی میں اپنی آمد سے حصہ وصیت ادا کر کے وہ مال کے فتنہ سے تحفظ حاصل کرتا ہے۔ وہاں اپنی زندگی میں اور آئندہ نسل میں بھی وصیت کے اجراء اور نفوذ سے وہ اولاد کے فتنہ یا ابتلاء سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

پس جب ایک احمدی مسیح پاک علیہ السلام کی تعلیم کو مقدم ٹھہراتا اور وصیت کے نظام میں شمولیت کرتا ہے تو اُس کے مال اور اولاد میں سے ''فتنہ'' کے جراثیم ختم ہو کر دونوں چیزیں نعمت، برکت اور رضائے الٰہی کا موجب بن جاتی ہیں۔ آج کے معاشرہ میں نظام وصیت کو اپنائے بغیر اور کوئی ایسا نظام نہیں جو انسانیت کو مال اور اولاد کے فتنوں سے تحفظ مہیا کر سکے۔ اسی لئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب جماعت کو یہ تاکیدی ہدایت فرما رہے ہیں کہ احباب جلد از جلد نظام وصیت میں شامل ہوں کیونکہ دنیاوی نظام بری طرح ناکام ہو چکے ہیں اور دن بدن دم توڑتے جاتے ہیں۔ اُسی سرعت اور خلوص نیت کے ساتھ احباب کو نظام وصیت میں شامل ہو کر دنیاوی نظاموں کے خلاء کو تعمیری، اخلاقی، اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کے جذبہ سے پُر کرنا ہے۔ اگر اس وقت احباب نے وصیت کی اہمیت کو نہ سمجھا اور مخلوق خدا کی ہمدردی، خدمت اور بھلائی کے لئے آگے نہ آئے تو احمدیت کی عالمگیر ترقی اور غلبہ کا مشن پورا ہونے میں تاخیر کا خدشہ ہے جو کسی صورت بھی الٰہی جماعت کو زیب نہیں دیتا۔

(۱) ترکہ میں سے حصہ وصیت کی ادائیگی بقیہ ترکہ کو مفید اور بابرکت بنا دیتی ہے۔ اور اولاد ترکہ سے ملنے والے مال اور جائیداد کو عیاشی اور ضیاع کی بجائے جائز، مناسب اور رضائے الٰہی کے حصول کے ذریعہ کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ یہ ترکہ حصہ وصیت سے ادا کرنے کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔

(۲) موصی کی وفات کے ساتھ اُس کی قربانی اور نیک عمل کا انقطاع نہیں ہو جاتا۔ بلکہ موصی کی وفات کے بعد بھی

جائیداد کا کم از کم ۱۰/۱ حصہ گویا صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

(۳) بظاہر موصی کا ترکہ ہے۔لیکن جب اولاد اس ترکہ میں سے موصی باپ کا حصہ ادا کرتی ہے تو ایک لحاظ سے وہ بھی موصی کی نیکی اور ثواب میں پوری طرح شریک ہوجاتی ہے۔اور پھر آئندہ چل کر اُس کی نیکی آگے اُس کی اولاد کے ذریعہ پھر عود کر آتی ہے۔ایک طرف موصی کی اولاد کو بھی وصیت کرنے کا احساس ہوجاتا ہے۔اور دوسری طرف اولاد کی اولاد کے لئے بھی وقت آنے پر قربانی کرنے اور خود بھی نظام وصیت میں شامل ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ آئندہ نسلوں میں جاری رہنے کے سامان ہوتے رہتے ہیں۔

پس ان امور کو پیش نظر رکھنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نظام وصیت بلا شُبہ الٰہی نظام ہے جو انسان کو نہ صرف مال اور اولاد کے فتنہ سے تحفظ مہیا کرتا ہے۔ بلکہ مال اور اولاد کو مفید اور بابرکت بنادینے والا نظام ہے۔آج بلا شبہ دنیا کو ایسے ہی نظام کی ضرورت ہے تا کہ فتنوں کے دروازے بند ہوجائیں اور خیر و برکت کے دائمی دروازے کھل جائیں۔اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر احمدی کو چاہئے کہ جہاں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وصیت ضرور کریں۔ وہاں پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کے تابع جلد از جلد نظام وصیت میں شامل ہوں۔

آئندہ نسلوں کی بقا کا ذریعہ

نظام وصیت کا ایک بہت اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس نظام کے طفیل انسان کی دونوں زندگیوں یعنی دنیا و آخرت میں نیک اور پیارے باہم ایک کشتی میں سوار ہوجاتے ہیں۔جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان اوپر گزر چکا ہے:

’’ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جن کو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اس کو مشتہر کریں۔۔۔۔۔اور اپنی آئندہ نسل کے لئے اس کو محفوظ رکھیں۔‘‘

یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ دوستوں سے زیادہ اولاد انسان کے قریب ہوتی ہے۔اور قرب تبھی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت والا ہوگا کہ انسان کی اولاد بھی وصیت کے نظام میں شامل ہو۔اور پھر دوستوں میں بھی اس نظام کو انسان مشتہر اور مقبول بنائے۔لیکن یہ سارا اہتمام اولاد اور دوستوں کو لپیٹ میں لینے والا تو صرف اس دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔اس کا اُخروی زندگی میں کیا منظر ہوگا؟ اس پر بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:۔

’’واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ

اُن کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور تا اُن کے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے اُنہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کے لئے قوم پر ظاہر ہوں۔''(۱)

پس اپنے پیاروں کی اگلے جہاں میں رفاقت، قُربت اور اجتماعیت اگر مطلوب ہے تو چاہئے کہ موصی نہ صرف خود وصیت کرے بلکہ اپنی اولاد کو بھی موصی بنائے اور پھر اپنے دوستوں کو بھی نظام وصیت میں شامل کرے۔ یہی اجتماع اُخروی زندگی میں بھی پھر نصیب ہوگا جہاں دوستوں سے بڑھ کر انسان اپنے اہل وعیال کی قربت اور اتحاد کا متمنی ہوتا ہے۔ گویا اولاد کو وصیت کے نظام میں لانا دونوں جہانوں میں وحدت اور قربت کا ذریعہ ہے۔ خدا کرے کہ وہ اہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے نظام وصیت کے الٰہی نظام کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

پیارے آقا حضور انور کے اس ضمن میں زرّیں ارشادات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''پس میرا تمام دنیا کے احمدیوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان ارشادات میں آپ کی خواہشات کے تابع آگے بڑھیں اور مالی قربانی کے اس نظام میں شامل ہو جائیں۔ اپنی اصلاح کی خاطر اور اپنے انجام بالخیر کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قدم آگے بڑھائیں اور اس کی جنتوں کے وارث بنیں۔'' (۲)

''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نیکی کے معیار وہاں تک نہیں پہنچے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس معیار کی شرائط کو پورا کرسکیں۔ تو وہ سن لیں کہ یہ نظام ایک ایسا انقلابی نظام ہے کہ اگر نیک نیتی سے اس میں شامل ہوا جائے اور شامل ہونے کے بعد جیسا کہ آپ نے فرمایا اپنے اندر بہتری کی کوشش بھی کی جائے تو اس نظام کی برکت سے روحانی تبدیلی جو کئی سالوں کی مسافت ہے وہ دنوں میں اور دنوں کی گھنٹوں میں طے ہو جائے گی۔ پس اپنی اصلاح کی خاطر بھی اس نظام میں احمدیوں کو شامل ہونا چاہئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس نظام میں شامل ہونے والوں کے لئے جو دعائیں ہیں اُن سے حصہ لینا چاہئے''۔(۳)

''نظام وصیت کا نظام خلافت کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ جس طرح نظام وصیت میں شامل ہو کر انسان تقویٰ کے اعلیٰ معیار اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے اسی طرح خلافت احمدیہ کی اطاعت کا جُوآ گردن پر رکھنے سے اس کی روحانی زندگی کی بقا ممکن ہے۔ میرا تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ حضرت مسیح

۱۔ رسالہ الوصیت

۲۔ پیغام حضور انور الفضل انٹرنیشنل 29 جولائی تا 11 اگست 2005ء

۳۔ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ 2004ء۔ بحوالہ۔ الفضل انٹرنیشنل 29 رجولائی

موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں، آپ کی خواہشات کے تابع آگے بڑھیں اور مالی قربانی کے اس نظام میں شامل ہوجائیں ۔۔ پس میرا تمام دنیا کے احمدیوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان ارشادات کی روشنی میں، آپ کی خواہشات کے تابع، آگے بڑھیں اور مالی قربانی کے اس نظام میں شامل ہو جائیں۔ اپنی اصلاح کی خاطر اور اپنے انجام بالخیر کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قدم آگے بڑھائیں اور اس کی جنتوں کے وارث بنیں۔'' (۱)

''میرا تمام دنیا کے احمدیوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان ارشادات کی روشنی میں، آپ کی خواہشات کے تابع، آگے بڑھیں اور مالی قربانی کے اس نظام میں شامل ہوجائیں۔ اپنی اصلاح کی خاطر اور اپنے انجام بالخیر کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قدم آگے بڑھائیں اور اس کی جنتوں کے وارث بنیں''۔ (۲)

۱۔ جماعت احمدیہ کے نام سیدنا حضور انور کا خصوصی پیغام شائع کردہ۔ الفضل انٹرنیشنل 29/ جولائی

۲۔ الفضل انٹرنیشنل ۲۹ جولائی ۲۰۰۵

اصلاح اعمال میں ممد وقف عارضی کا نظام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ نے وقفِ عارضی کی مفید اور بابرکت تحریک کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور ان کے لئے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے اسے بجالانے کی پوری کوشش کریں۔''

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء)

تحریک وقفِ عارضی کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا:

''وقفِ عارضی کی جو تحریک ہے اس کا بڑا مقصد بھی یہ تھا اور ہے کہ دوست رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر مختلف جماعتوں میں جائیں اور وہاں قرآن مجید سیکھنے سکھانے کی کلاسز کو منظم طریق پر جماعت کی اس رنگ میں تربیت ہوجائے کہ وہ قرآن کریم کا جُوۂ ابشاشت سے اپنی گردن پر رکھیں اور دنیا کے لئے نمونہ بن جائیں۔''

(الفضل ۱۴ مئی ۱۹۶۹ء)

چنانچہ وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک میں شامل ہو کر ایک احمدی نہ صرف دوسرے لوگوں کی اصلاح کا کام سرانجام دے سکتا ہے بلکہ اسے اپنے نفس کی کمزوریوں کے تزکیہ کا بھی موقعہ بھی مل جاتا ہے اور وہ اپنے اعمال کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ وقفِ عارضی کے فیوض وبرکات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

''تحریک وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقف عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ جانے سے قبل انہیں بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہوجاتی ہے اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہوجاتی ہے۔ یعنی وقفِ عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصّہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دینی معلومات میں اضافہ کرتے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اور کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں وہ سوچتے ہیں اور اپنی کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں گے تو لوگوں کیلئے نیک نمونہ بنیں۔ ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں۔ چنانچہ وقفِ عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔''(۱)

۱۔ الفضل ۲۱ فروری ۱۹۷۱ء

پس جماعت احمدیہ کے افراد بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ ایک طرف تو انہیں اصلاح اعمال کے سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی تائید یافتہ خلافت علی منہاج نبوت کی رہنمائی کی سعادت میسر آئی تو دوسری طرف خلفائے کرام کی جانب سے اصلاح اعمال میں ممد ومعاون تحریکات میں حصہ لینے کا بھی موقعہ ملا۔ فالحمدللہ علی ذالک

وقف کرنا جاں کا ہے کسب کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بے مثال
چمکیں گے واقف کبھی مانند بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ہلال

(کلام محمود)

حرف آخر

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس اس دور میں مومنین کی جماعت کے لئے نہایت ہی اہم فریضہ ہے۔ یہ ایک موت ہے جو انسان اللہ کی رضا کے لئے اپنے پر وارد کر لیتا ہے۔ اور اس موت کے بعد جو اسے حیات نصیب ہوتی ہے وہ وہی زندگی ہے جس کو پانے کے لئے انسان کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور یقیناً یہ موت اپنے اندر بہت ساری برکات سماویہ کو اخذ کئے ہوئے ہے اور جو شخص اس موت کو بصدق دل ونیت قبول کرتا ہے وہ اس دنیا میں بھی ان برکات سے حصہ پاتا ہے اور آخرت میں بھی حیات جاودانی اسے نصیب ہوتی ہے۔

پس آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اصلاح اعمال کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق دے۔ اور ہم میں سے جن خوش قسمتوں نے اس زمانہ کے امام کی بیعت کی ہے اور اس کے دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں انہیں خلیفہ وقت کی ھدایات اور ارشادات کی برکات سے بھر پور حصہ لینے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین

اللہ تعالیٰ تمام واقفین کو اپنا سب کچھ دین کی راہ میں وقف کرتے ہوئے مسیح موعودؑ کے لشکر کے لئے وافر خدمات بجا لانے کی توفیق دے۔ اور جو اس زمانہ میں شیطان کے ساتھ آخری جنگ مقصود ہے جس میں فتح انشاء اللہ ہماری ہونی ہے اور یقیناً ہماری ہی ہونی ہے، اس جنگ میں ہمیشہ پہلی صفوں میں لڑنے والوں میں شریک کرے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام والدین کی نیکیوں کو قبول کرے جنہوں نے دین کی خدمت کی غرض سے اپنی محبوب اولاد کو اللہ کی راہ میں وقف کیا اور پھر ان اولادوں کو بھی توفیق دے کہ وہ اپنے والدین کے عہد کو پورا کرنے والے ہوں اور وقف کی اس روح کو آگے اپنی نسلوں میں جاری کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر آن ہمارے پیارے خلیفہ کو جو کہ اس دنیا میں واقفین کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ ہیں صحت وسلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور حضور کو تمام مقاصد عالیہ میں فائز المرامی عطا فرمائے۔ نیز تمام واقفین کو حضور کی توقعات کے مطابق وقف زندگی کا حق ادا کرنے کی توفیق دے آمین

خلیفہ وقت کے موثر الفاظ

خاکسار نے مقالہ ہذا میں حتی الوسع حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات وخطابات سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے اصلاح اعمال کے متعلق لکھا ہے لیکن یہ بات تو اپنی جگہ قائم ہے کہ خلیفہ وقت جو کہ آسمانی تائیدات کے ساتھ بات کرتا ہے اس کے اپنے الفاظ زیادہ موثر اور راسخ القلوب ہوتے ہیں۔

اسلئے خاکسار اب حضور انور کے ان خطبات جمعہ میں سے چند اہم اقتباسات کو اس مقالہ کا حصہ بناتا ہے جن میں حضور نے خصوصاً اصلاح اعمال کی فلاسفی بیان فرمائی ہے۔

(نوٹ: یہ تمام اقتباسات جماعت کی آفیشل ویب سائٹ الاسلام سے لئے گئے ہیں)

حضور فرماتے ہیں:۔

اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن میں کارآمد ہونا ہے۔ آپ کے مقصد کو پورا کرنے والا بننا ہے تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دُور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ پس ہمیں اپنی عملی قوتوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور پھر مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہنے کی ضرورت ہے۔

> دو قسم کی روکیں ہیں جو عملی اصلاح کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔ ایک قوتِ ارادی میں کمزوری اور دوسری قوتِ عملی میں کمزوری۔ ان کے درمیان میں ایک اور صورت بھی عملی اصلاح میں کمی کی ہے اور وہ ہے علمی طور پر کمزوری۔ یہ دونوں طرف اپنا اثر ڈالتی ہے۔

مختلف لوگوں کے لئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہے۔ ایک ہی علاج ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ بعض کے لئے قوتِ ارادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض کے لئے قوتِ عملی پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور بعض کے لئے اس صورت میں جبکہ بوجھ زیادہ ہو، اُن کی طاقت اور برداشت سے باہر ہو تو بیرونی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس وقت معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، جماعت کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، ذیلی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔

پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کے لئے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اگر انسان میں قوّتِ ارادی، صحیح اور پورا علم اور قوتِ عمل پیدا ہو جائے تو پھر عملی اصلاح کی برائیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے۔ عملی قوت ایمان کے بڑھنے سے بڑھتی ہے۔ اگر پختہ ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو تو پھر انسان کے کام خود بخود ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہر مشکل اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آسان ہوتی چلی جاتی ہے۔

بعض ایسے لوگ ہیں جن کے عمل کی کمزوری کی وجہ ایمان میں کامل نہ ہونا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن میں عمل کی کمزوری اس وجہ سے ہے کہ اُن کا علم کامل نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایمان اور علم رکھتے ہیں لیکن دوسرے ذرائع سے اُن پر ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ دونوں علاج اُن کے لئے کافی نہیں ہوتے اور بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے

جماعتی ترقی کے لئے نظام کے ہر حصے کو، بلکہ ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اپنے دوستوں اور قریبیوں کا سہارا بننے کی ضرورت ہے جو کمزوریوں میں مبتلا ہیں تاکہ جماعت کا ہر فرد عملی اصلاح کے اعلیٰ معیاروں کو چھونے والا بن جائے اور اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہو۔

ہمیں اس بات کو جاننے کی ضرورت ہے اور جائزے کی ضرورت ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں یہ شوق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مستقل طور پر حاصل ہو۔ ہم میں سے کتنے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کا سلوک کرتے ہوئے دعاؤں کے قبولیت کے نشان دکھاتا ہے، اُن سے بولتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر یہ معیار حاصل کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

مربیان کو بھی اور عہدیداران کو بھی بار بار جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرنی ہوگی۔ بار بار یہ ذکر کرتے چلے جانا ہوگا کہ کوئی گناہ بھی بڑا اور چھوٹا نہیں ہے۔ گناہ گناہ ہے اور اس سے ہم نے بچنا ہے۔ لیکن تلقین کرنے والوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اُن کی اپنی حالت بھی ایسے معیار کی ہو جہاں وہ اپنی قوتِ ارادی کے اعلیٰ معیاروں کی تلاش میں ہوں۔ اور عملی طور پر بھی اُن کے عمل اور علم میں مطابقت پائی جاتی ہو۔

عملی اصلاح کے لئے بیرونی علاج یا مدد کے طور پر دو قسم کے سہاروں کی ضرورت ہے۔ ایک نگرانی اور دوسرا جبر۔

ہر معاشرے کے قانون میں نگرانی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کے لئے دین بھی ہمیں اس کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ماں باپ، مربیان، عہدیداران، نظام ہر ایک کو اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا چاہئے۔

دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اُس کے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اُسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظامِ جماعت کا حصہ کہنا اور پھر نظام کے قواعد کو توڑنا۔ یہ بات اگر ہو رہی ہے تو پھر بہرحال سختی ہوگی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔ نظام کا حصہ بن کر رہنا ہے تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیک اعمال بجالانے کی عادت ڈالنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ان ذرائع کو اختیار کئے بغیر اصلاحِ اعمال میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ان ذرائع کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ یعنی ایمان کا پیدا کرنا، علمِ صحیح کا پیدا کرنا، اور نگرانی کرنا اور جبر کرنا، یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ ان چاروں ذرائع کو جماعت کی اصلاح کے لئے بھی اختیار کرنا ضروری ہے۔

معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

تقویٰ پر چلنا، اپنے اعمال کی اصلاح کرنا، اپنے ایمان کے معیار بلند کرنا، یہ باتیں کوئی معمولی باتیں نہیں ہیں۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو اُس کی توقعات پر پورا اترنے کے لئے ہمیں پوری طرح سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو ہمیں انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہر بدی سے ہمیں مکمل طور پر نفرت کا اظہار کرنا چاہئے۔ محبت، پیار اور اخوت کو بڑھانے کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کا مددگار بننے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب باتیں اعمال پر منحصر ہیں۔